تجلیاتِ قمر فی أحادیث خیر البشر
سید شاہ قمر الہدیٰ قادری ابوالعلائی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تجلیاتِ قمر

فی

احادیث خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مؤلف:

الحاج سیدی ومولائی مولانا سید شاہ قمر الہدیٰ قادری ابوالعلائی قدس سرہ

مرتب:

سید شاہ فیضان الہدیٰ قادری مصباحی ابوالعلائی

ناشر: بارگاہِ شاکریہ ایجوکیشنل مشن، پنڈ شریف

نام کتاب: تجلیات قمر فی احادیث خیر البشر
مؤلف: پیرِ طریقت حضرت علامہ سید شاہ قمر الہدیٰ قادری ابوالعلائی قدس سرہ
مرتب: سید شاہ فیضان الہدیٰ قادری مصباحی ابوالعلائی
پروف وتخریج: مفتی فیاض احمد مصباحی
مفتی رضاء المصطفیٰ برکاتی مصباحی
کمپوزنگ: پیامی کمپیوٹر گرافکس، مبارک پور
Mob:09235647041
صفحات: ۱۹۲
اشاعت: بموقع ۱۱۲ رواں عرس شاکری قمری احسنی
۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۵ء

ناشر:
بارگاہ شاکریہ ایجوکیشنل مشن، پنڈ شریف، چیوارہ، شیخ پورہ (بہار)
پن کوڈ:811304-موبائل نمبر:-09939946507
E-mail:faiyazmisbahi.17.@gmail.com

فہرست

تقریظِ جلیل

جامع علوم شریعت وطریقت، ملک العلما والعرفا
حضرت علامہ مولانا **محمد ظفر الدین بہاری** قادری رضوی قدس سرہ
تلمیذ رشید وخلیفۂ ارشد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما وعلیٰ الہ وصحبہ وابنہ وحزبہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین الی یوم الدین.

حدیث شریف میں دین کے متعلق چہل حدیث یاد کرنے کی اہمیت وافضلیت دیکھ کر ابتداے زمانہ سے اس وقت تک محدثین کرام وعلماے اعلام برابر چہل حدیث لکھتے رہے۔ اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجدد مائۃ حاضرہ، موید ملت طاہرہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے بھی "الاربعون النبویۃ فی حرمۃ سجود التحیۃ" تحریر فرمایا۔ جس میں چالیس حدیثوں سے اس مسئلہ کو حل ومبرہن فرمایا کہ جس طرح سجدۂ عبادت زمانہ آدم علیہ السلام سے الی یومنا ھذا غیر خدا کے لیے مطلقاً حرام اور ناجائز رہا ہے۔ اسی طرح ہماری شریعت مطہرہ میں سجدہ تحیت بھی غیر خدا کے لیے مطلقاً حرام وناجائز ہے۔ مگر ان سب علماے کرام نے ایک ایک موضوع پر چالیس چالیس حدیثوں کو جمع فرما کر خلق اللہ کی رہنمائی ودستگیری فرمائی۔

لیکن حضرت والا درجت گرامی منزلت عارف باللہ مقبول بارگاہ سیدی وسندی مولائی ومرشدی جناب سید شاہ قمر الہدیٰ صاحب قمرؔ (سجادہ نشین خانقاہ شاکریہ ابوالعلائیہ پنڈ شریف، ڈاک خانہ چواڑہ، ضلع: مونگیر دامت فیوضہم وبرکاتہم) نے رسالہ مبارکہ

"تجلیات قمر" میں یہ کمال فرمایا اور ایسی چالیس حدیثیں جمع فرمائیں، جو عقائد، فقہ، تصوف، اوراد، اشغال، نقوش و تعویذات، حمایت اہل سنت، نکاہت اہل بدعت خصوصاً رد فرقہ ضالہ وہابیہ، دیوبندیہ سب کو بروجہ اجمال حاوی ہے۔ اور اس کی شرح اردو زبان میں کر کے ہر مسئلہ کو واضح و روشن تر فرما دیا۔ یہ کتاب اسم بامسمیٰ ہے۔ سب مسئلوں کو چودھویں رات کی چاندنی کی طرح روشن کر کے ناظرین کی خدمت میں پیش فرمایا ہے: جزاہ اللہ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء.

میری دلی تمنا ہے کہ مسلمان اہل سنت، صوفی مشرب کا گھر اس مبارک کتاب سے خالی نہ رہے۔ ہر سنی کے گھر میں اس کتاب کی ایک جلد ہونا ضروری ہے۔

محمد ظفر الدین قادری رضوی اشرفی
صابری شاکری مجیدی ایوبی غفرلہ و حقق املہ
پرنسپل جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار محلہ عملہ ٹولی، ضلع پورنیہ

تقدیم مرتب

از: سید فیضان الہدیٰ قادری مصباحی ابوالعلائی
ولیِ عہد سجادہ: خانقاہ شاکریہ، پنڈ شریف

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ کا مقام و مرتبہ کسی بھی اہلِ علم پر مخفی نہیں ہے۔ اسلام کا یہ دوسرا سب سے عظیم سرمایہ ہے، شریعت اسلامیہ کے اہم اہم مسائل اسی کے دامن میں پنہاں ہیں۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے اس بات پر برانگیختہ کیا کہ وہ حدیثوں کو یاد کریں، محفوظ رکھیں اور امانت و دیانت داری سے اسے دوسرے تک پہنچائیں۔ اس فعل حسن پر آپ نے ثواب کی بشارت بھی دی ہے۔

ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

"نضر الله امرءاً سمع منا حديثا فحفظه حتى يبلغه غيره." (۱)

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی تو اسے یاد رکھا یہاں تک کہ دوسروں تک پہنچا دیا۔

دوسری جگہ اس کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کرتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں:

بلغوا عنی ولو أية (۲)

میری طرف سے پہنچا دو اگرچہ ایک ہی بات ہو۔

اس حکم کے پیش نظر صحابہ کرام حفظ حدیث کا بڑے پیمانے پر اہتمام فرماتے اور آپس میں مذاکرۂ حدیث کی محافل بھی سجاتے۔ اور دیگر طریقہ کار سے اسے محفوظ رکھتے

---

(۱)- جامع الترمذی، کتاب العلم/ باب ماجاء فی البحث علیٰ تبلیغ السماع، ج:۱، ص:۹۰.

(۲)- صحیح البخاری، کتاب الانبیا باب ماذکر عن بنی اسرائیل، ج:۱، ص:۴۹۱.

اور دوسروں تک پہنچانے کی ذمہ داری سے سبک دوش ہوتے۔

اپنے محیر العقول حافظہ کے باوجود بعض صحابہ کرام "کل علم لیس فی القرطاس ضاع" کے تحت احادیث مبارکہ کو تحریری شکل میں محفوظ رکھتے اس طور پر دورِ خیر القرون ہی میں احادیث کے کئی ایک مجموعے معرض وجود میں آ گئے۔

تاریخ کی کتابوں مثلاً "تہذیب" و "تاریخ مدینہ" وغیرہ کے مطالعہ سے جن صحابہ کرام کے مجموعہ احادیث کا پتا چلتا ہے ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

● حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کے مجموعے کا نام "صادقہ" تھا" ● خادم رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ● حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ● حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ● حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ● حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ● حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اس کے علاوہ صحابہ کرام نے متعدد مقامات پر درس حدیث کی درس گاہیں قائم کیں اور تدوین و تشکیلِ حدیث کا یہ کارواں آگے بڑھتا رہا پھر جب بنی امیہ کی سلطنت میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دورِ بابرکت آیا تو آپ نے دیگر امور کی اصلاح و درستی کے ساتھ ساتھ تدوینِ حدیث کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور اکابر تابعین مثلاً حضرت قاسم بن محمد، حضرت ابوبکر بن محمد اور مسلم بن عبید اللہ بن شہاب زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قیادت و نگرانی میں ایک کمیٹی تشکیل دی اور ان کے ذمہ یہ کام سپرد کیا کہ وہ احادیث مبارکہ کے پھیلے ہوئے ذخیرے کو یکجا کریں۔ ان حضرات نے بحسن و خوبی انجام دیا اور باضابطہ احادیث کی ذخیرہ اندوزی معرض وجود میں آئی اس کے بعد ابن شہاب زہری نے احادیث کو روایت و اسناد وغیرہ کے مراحل سے گزارا۔ دوسری صدی ہجری کے اخیر میں آپ ہی کے ایک مایہ ناز شاگرد حضرت امام مالک بن انس نے "مؤطا" کے نام سے ایک کتاب تحریر کی پھر اسی صدی میں سراج الامۃ کاشف

الغمہ امام اعظم ابو حنیفہ کے مسانید معرض وجود میں آئے جسے ان کے شاگردوں نے "کتاب الآثار وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔

تیسری صدی ہجری میں تو احادیث کی خوب کتابیں تحریر کی گئیں جن میں "صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع الترمذی، سنن ابو داؤد، سنن ابن ماجہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ یہی صحاح ستہ آج امت کے درمیان متداول و مشہور ہیں۔

اس کے بعد سے لے کر آج تک علماے دین وفقہاے شرع متین نے مختلف طریقوں سے احادیث مبارکہ کی نشر واشاعت کا سلسلہ جاری رکھا انھیں میں سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی "تجلیاتِ قمر فی احادیث خیر البشر" ہے۔اس کے مصنف جہاں ایک طرف چالیس احادیث کا ذخیرہ جمع کر کے اس حدیث پاک "من حفظ علیٰ امتی اربعین حدیثا فی امر دینها بعثه الله فقیها وکنت یوم القیامة شافعا وشهیدًا"(۱) کے بموجب روزِ قیامت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے حق دار بنے وہیں دوسری طرف ان چالیس احادیث کے ضمن میں شریعت مطہرہ کے بنیادی مسائل مثلاً توحید اور مسئلہ وحدت الوجود، اطاعتِ رسول، نماز، روزہ، حج، حقوق اللہ، حقوق العباد، محبت رسول، محبت رسول وغیرہ مسائل کی اچھی وضاحت فرمائی ہے۔ذیل کی سطروں میں مصنف کے مختصراً احوال درج کیے جاتے ہیں:

کچھ مصنف کے بارے میں:

مصنف کتاب پیر طریقت حضرت مولانا سید شاہ قمر الہدیٰ قمر قادری ابو العلائی قدس سرہ العلیم القوی جامع شریعت وطریقت بزرگانِ دین سے تھے۔ اللہ جل مجدہ نے آپ کو بے پناہ خوبیوں اور پسندیدہ اوصاف وکمالات سے نوازا تھا۔ایک طرف اگر آپ کی ذات شریعت مطہرہ کی پاسداری کا پیکر تھی تو دوسری طرف طریقت کی مکمل آئینہ دار بھی۔ بقول حضرت علامہ سید شاہ رکن الدین اصدق مدظلہ العالی:

"عارف باللہ حضرت مولانا سید شاہ قمر الہدیٰ قادری علیہ الرحمہ ممتاز عالمِ دین،

(۱)- مشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثالث، ص:٤٨.

شستہ زبان واعظ، مخلص ہادی طریقت، پختہ صاحب قلم، سنجیدہ مزاج شاعر اور خانقاہ نشین صوفی بزرگ تھے۔"(۱)

آپ کے والد محترم عارف باللہ حضرت سید شاہ تاج الدین شاکر ابو العلائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔

ولادت:- ۱۳۰۰ھ میں پنڈ شریف میں آپ کا اس خاکدانِ گیتی پر ورودِ مسعود ہوا۔

تعلیم و تربیت:- آپ کا گھرانا، ایک علمی اور شریفانہ گھرانا تھا اسی لیے ابتدا ہی سے آپ علمی ماحول میں رہے اور ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی، پھر تقریباً دس سال کی عمر میں آپ بغرض حصولِ علم پٹنہ گئے وہاں سے کچھ سالوں بعد ہندوستان کے دارالحکومت دہلی تشریف لے گئے اور بیس سال کی عمر میں درس نظامیہ و دیگر مروجہ ظاہری علوم وفنون میں کمال پیدا کرنے کے بعد آبائی وطن واپس آگئے اور والد محترم کے زیر سایہ رہ کر علومِ باطنی کی تکمیل فرمائی۔

خدمت خلق:- والد محترم کے وصال کے بعد آپ دل و جان سے خدمت خلق اور دعوت وتبلیغ میں مشغول ہوگئے، خانقاہ کے جملہ حقوق کو بحسن وخوبی انجام دیا۔ اور اس کے دائرہ کو خوب وسیع کیا۔ دعوتی اور تبلیغی اسفار فرمائے اور بہت سے گم گشتگانِ راہ کو جادۂ مستقیم پر گامزن فرمایا اور وصال فرمانے تک تقریر وتحریر اور دعوت وتبلیغ کو ہی اپنا نصب العین بنائے رکھا۔

تصنیفات:- آپ کو خوش بیانی و پختہ قلم کاری ورثہ میں ملی تھی، ایک طرف جہاں آپ زبردست مناظر، خوش بیان واعظ اور زبردست محقق تھے وہیں دوسری طرف آپ اردو اور فارسی کے قادر الکلام شاعر اور عمدہ قلم کار و مصنف بھی تھے، آپ کی تصانیف میں یہ خوبی ہے کہ اہم اہم اور پیچیدہ مسائل بڑے ہی سادہ اور سلیس انداز

(۱)- سجادگانِ پنڈ شریف، ص:۹.

میں اس طرح واضح فرماتے کہ مسائل آفتاب نصف النہار کی طرح لوگوں پر واضح ہوجاتے۔مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کرنے سے اس دعویٰ کا بھرپور ثبوت ملتا ہے۔

(۱)-　كشف القناع عن حكم السماع.

(۲)-　لمعات قمریہ　(۳)- ضیاے قمر

(۴)-　انوارقمر المعروف بہ حرب البحر۔

(۵)-　قمر الهدايه فى البيعة الولاية.

(۶)-　وجد قمر　(۷)- معمولاتِ قمر

(۸)-　القمرالحج

(۹)-　اورزیرنظر کتاب" تجلیاتِ قمر فی احادیث خیر البشر۔

آخرالذکر دونوں کتابوں پر خلیفہ اعلیٰ حضرت ملک العلما حضرت علامہ مولانا محمد ظفر الدین بہاری رضوی قدس سرہ نے اپنی گراں قدر تقریظ بھی تحریر فرمائی ہے۔

وفات:- ۲۹ر رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۶ر جنوری ۱۹۶۶ء جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب میں علم وعرفان کا یہ درخشندہ آفتاب شریعت وطریقت کے ۸۰ر سال گوہر لٹانے کے بعد ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔

کچھ ترتیبِ جدید کے بارے میں:-

- جدید طرز پر کمپوزنگ
- ہر احادیث کو نئے صفحہ سے شروع کیا گیا ہے۔
- ہر حدیث کو ایک عنوان سے معنون کردیا گیا ہے۔
- کتاب میں موجود جملہ عربی عبارات کی حاشیہ میں تخریج۔
- کہیں کہیں پر احادیث وعبارات فقہا کا مفہوم درج تھا اس اصل عبارت کو حاشیہ میں درج کیا گیا ہے۔
- اخیر میں مصادر ومراجع کی ایک فہرست دے دی گئی ہے۔

- مشکل اور غیر مانوس اردو جدید اردو جدید رسم الخط سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔

اس کام کو انجام تک پہنچانے میں ہمارے بہت سے مخلصین و محبین اور احباب نے قدم قدم پر ہمارا ساتھ دیا بالخصوص محب محترم حضرت فیاض احمد مصباحی و مفتی رضاء المصطفیٰ مصباحی نے اپنے احباب کے ساتھ اس کتاب کو تخریج و تحقیق کے دشوار گزار مراحل سے گزارا اور مبیضہ سے لے کر طباعت تک کے سارے کام بحسن وخوبی انجام دیے۔ اللہ تعالیٰ انھیں دنیا و آخرت کی کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے اور ان سے رضائے الٰہی کے خوب خوب کام لے۔

اس کتاب کی طباعت میں ایک خطیر رقم کی ضرورت تھی اللہ کے فضل و کرم سے صاحب زادگان پروفیسر عبد الغنی قمری نے والدین کے ایصال ثواب کے لیے اس میں قدرے حصہ لیا اور رضوی پبلشر ایسوسی ایشن بھدرک، اڑیسہ و نبی انسٹی ٹیوٹ پروفیشنل بھدرک کے ذمہ داران نے قدرے بھی اس کی طباعت میں حصہ لیا۔ مولیٰ تعالیٰ ان حضرات کے مرحومین کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ اور انھیں دین و دنیا کی سعادتوں سے ہمکنار فرمائے۔ (آمین)

اس کتاب کی تخریج و پروف ریڈنگ میں حتی الامکان احتیاط سے کام لیا گیا ہے پھر بھی بہ تقاضاے بشریت اگر کسی بھی صاحب علم کو اس میں کسی بھی طرح سے غلطی نظر آئے تو برائے مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر لی جائے۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کتاب کو مقبول انام فرمائے اور ان معاونین و محبین کو اور ہمیں بھی اپنی رحمتوں اور برکتوں سے شاد کام فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علیٰ خیر خلقه محمد و آله وصحبه ومسلماء ملته وشهداء محبته اجمعین.

سید محمد فیضان الہدیٰ قادری مصباحی
خانقاہ شاکریہ، پنڈ شریف
یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ

تقدیم مصنف

سبب تالیف کتاب ہذا:-

اسٹیشن آسنسول ضلع بردوان کے مسافر خانہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ یک بیک دو آدمی نزدیک آ بیٹھے۔ دو منٹ کے بعد مجھ سے کہنے لگے: کلمہ پڑھئے میں نے کہا: کہ کلمہ آپ کافروں کو پڑھوایئے، میں بحمدہ تعالیٰ مسلمان ہوں اور برابر کلمہ طیبہ پڑھتا رہتا ہوں۔ مسلمانوں کو کلمہ پڑھانا تحصیلِ حاصل اور بے نتیجہ کام ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا آپ الیاسی جماعت کے ہیں، جو کافروں سے تعرض نہیں کرتے اور مسلمانوں کو کافر جانتے اور از سر نو کلمہ پڑھواتے ہیں، اور اپنی جماعت میں شامل کیا کرتے ہیں۔ حالاں کہ میرے کلمہ اور ان کے کلمہ میں فرق ہے اگر چہ لفظاً وہ بھی میری ہی طرح کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں مگر معنیً آسمان و زمین کا فرق ہے، میرا معبود وہ ذاتِ واجب الوجود مستجمعِ جمیع صفات کمالیہ ہے جس طرح اس کی ذات واجب ہے، اسی طرح اس کی سب صفات واجب ہیں۔ وہاں کوئی حالتِ منتظرہ نہیں کہ یہ صفت ابھی تو نہیں مگر امکان ہے کہ ہو۔ اور الیاسی جماعت ان کے استادوں پیروں کا خدا جامع تمام صفات کمالیہ نہیں اس کا کذب ممکن، اس طرح ہر نقائص وقبائح کا اس میں امکان ہے۔ بولے کہ اللہ تعالیٰ کو اگر جھوٹ بولنے پر قادر نہ مانا جائے تو بندہ کی صفت زائد ہو جائے گی۔ میں نے کہا: زیادتی کا سوال تو اس وقت ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت کو بھی پا نہیں سکتا کہ اللہ کی صفات ذاتی ہیں، بندہ کی سب صفتیں عطائی۔ پھر زائد ہونے کا کیا ذکر۔

اسی طرح ہمارے رسول آقائے دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، جن کے سامنے

تمام روے زمین حاضر کردی گئی ہے، تو وہ اس کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں تصرف کا اختیارِ تام انھیں بخشا ہے، دنیا و آخرت کی جو نعمت جس کو چاہیں اور جو چاہیں عطا فرمادیں، اور الیاسی جماعت کا رسول ایسا ہے کہ اس کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں، ان کا عقیدہ ہے جس کا نام محمد یا علی ہے کسی چیز کا مختار نہیں، ہمارے آقا خاتم النبیین آخر النبیین ہیں ان کے رسول کی خاتمیت ایک گورکھ دھندہ ہے کہ بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئے۔

یہ سن کر چپ کے اٹھ گئے اور سمجھ لیے کہ یہ شخص ہمارے ہر کید و مکر سے واقف ہے یہاں دال نہیں گل سکتی، اسی وقت خیال بلکہ ارادہ مصمم ہو گیا کہ ایسی کتاب لکھنی چاہیے جس میں ان کی حقیقت واضح کر کے مسلمانوں کو بتا دیا جائے کہ یہ کون لوگ ہیں؟

برادرانِ اسلام سے گزارش:-

دینی بھائیو اللہ و رسول کے فدائیو! دنیا چند روزہ ہے یہاں کی دوستی و دشمنی یہیں رہ جانے والی اور مرتے ہی ختم ہو جانے والی ہے، مرنے کے بعد کوئی کام آنے والا نہیں صرف خدا اور رسول کام آنے والے ہیں۔ سفرِ آخرت کی پہلی منزل قبر ہے اس میں منکر نکیر دو فرشتے آ کر سوال کرتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق پوچھتے ہیں: ما تقول فی ھذا الرجل؟ یعنی حضور کی طرف اشارہ کر کے پوچھتے ہیں ان کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ اگر مردہ ایمان پر مرا کہتا ہے: ربی اللہ میرا رب اللہ ہے، دینی الاسلام میرا دین اسلام ہے اور یہ ہمارے آقا و سردار محبوب رب العالمین ہیں۔ فداہ أبی و أمی ان پر میرے ماں باپ قربان تو اس شخص کی نجات ہے، اور اگر معاذ اللہ حضور سے ذرہ برابر دل میں کدورت ہے، آپ کی عزت و عظمت نہیں جواب نہ دے سکے گا۔ لا ادری میں نہیں جانتا

لوگوں کو جو کہتے سنا میں بھی کہتا تھا اس پر سخت عذاب ہوگا، حضور کی محبت مدار نجات ہے۔ مگر زبان سے تو ہر شخص دعویٰ کرتا ہے کہ میں حضور سے محبت کرتا ہوں مگر۔

دعوائے بے دلیل قبول خرد نہیں

ہاں یہی وقت امتحان ہے جن لوگوں نے سید عالم ﷺ کی شان اقدس میں ذرہ بھر بے ادبیاں کی ہیں، نبی ﷺ سے سچی محبت رکھنے والوں کو چاہیے کہ ان سے اپنا تعلق قطع کر لیں، ایسے لوگوں سے نفرت اور بے زاری کا اعلان کر دیں۔ اگر چہ باپ دادا عزیز واقارب اولا د احفاد ہی کیوں نہ ہوں، یا بڑے سے بڑا مولوی ظاہر میں پیر ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ جب انھوں نے سردار دو عالم ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی کی تو ایماں والوں کا ان سے کوئی علاقہ کوئی تعلق نہ رہا، اگر کوئی آدمی ان سے گستاخی پر مطلع ہونے ان کے کلماتِ گستاخانہ سے واقفیت وعلم کے بعد بھی ان کی عزت ان کا احترام اپنی رشتہ داری وتعلقات ان کی مولویت پیری کا لحاظ کرتے ہوئے نفرت ظاہر نہ کرے، تو وہ امتحان میں فیل اور ناکامیاب ہے۔

غور کرو! کہ کوئی شخص کسی کے باپ دادا کو گالی دے اور یہ سن کر بیٹے کو حرارت نہ آئے وہ صحیح معنی میں اپنے باپ کا بیٹا نہیں، ننگ اسلاف ہے۔ اسی طرح نبی کی شان میں کوئی گستاخی کرے اور امتی سن کر خاموش رہے اس سے نفرت نہ کرے تو صحیح معنی میں وہ شخص امتی نہیں۔

اس کتاب میں بعض بعض لوگوں کے اقوال ان کی کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں، مسلمان ٹھنڈے دل سے پڑھیں اور غور کریں کہ ایسے گستاخوں سے مسلمانوں کو تعلقات رکھنا ان کی عزت ان کا احترام کرنا چاہیے یا ان سے یک لخت قطع تعلق کرنا چاہیے۔

یاد رکھو کہ کسی کی مولویت کی رعایت باوجود کلمہ گستاخانہ سید عالم ﷺ کے حق میں کہنے کے نبی ﷺ کے مقابلہ میں اس گستاخ و بے ادب توہین کرنے والے کی پاس داری اور طرف داری ہے، جو قیامت کے دن کام نہ آئے گی۔ وما علینا إلا البلاغ.

فقیر شاہ قمر الہدیٰ قادری ابوالعلائی غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً

ہوا حکم رسول اللہ ہم کو — کرو تبلیغ جو کچھ جانتے ہو

تجلیاتِ قمر فی احادیثِ خیر البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مؤلف:

الحاج سیدی ومولائی مولانا سید شاہ قمر الہدیٰ قادری ابوالعلائی قدس سرہ

ترتیب جدید:

سید شاہ فیضان الہدیٰ قادری مصباحی ابوالعلائی

تخریج وتحقیق:

مولانا فیاض احمد برکاتی مصباحی ومولانا رضاء المصطفیٰ برکاتی مصباحی

ناشر: بارگاہِ شاکریہ ایجوکیشنل مشن،

پنڈ شریف، چیوارہ، شیخ پورہ (بہار) پن کوڈ: ۸۱۱۳۰۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لولیه. والصلاة والسلام علیٰ نبیه. وعلیٰ أله وصحبه واولیاء امته. وعلماء ملته اجمعین. الی یوم الدین.

شہِ انبیا تم پہ لاکھوں سلام

از: حضرت سید شاہ قمر الہدیٰ علیہ الرحمہ

مرے مصطفیٰ تم پہ لاکھوں سلام — حبیبِ خدا تم پہ لاکھوں سلام
شہِ دوسرا تم پہ لاکھوں سلام — حقیقت نما تم پہ لاکھوں سلام
ہے باغِ خدائی کی تم سے بہار — گلِ مدعا تم پہ لاکھوں سلام
سراپا ہو تم جلوۂ کبریا — جمالِ خدا تم پہ لاکھوں سلام
ہے آئینۂ حق تمہارا جمال — مرے حق نما تم پہ لاکھوں سلام
ہو تم مظہرِ عون رب بے گماں — کمالِ خدا تم پہ لاکھوں سلام
شفیعِ اُمم تم پہ لاکھوں درود — شہِ انبیا تم پہ لاکھوں سلام
امامِ رُسل تم پہ لاکھوں درود — امام الہدیٰ تم پہ لاکھوں سلام
برا یا بھلا ہوں تمہارا ہوں میں — شفیع الوریٰ تم پہ لاکھوں سلام
دوا درد کی اے مرے چارہ ساز — عطا ہو عطا تم پہ لاکھوں سلام

قمرؔ کو تم اب فیض پر نور سے
کرو پر ضیا تم پہ لاکھوں سلام

شوقِ دل دارم نظر بر گنبدِ خضرا کنم

یا نبی از خاکِ کویت چشم را بینا کنم
شوقِ دل دارم نظر بر گنبدِ خضرا کنم

داروے وصلت بہ بخش اے چارۂ بے چارگان
تا کجا از درد ہجرت شور و واویلا کنم

او کہ زاہد کبر بر زہد و اطاعت می کند
منکہ مست پاکبازم نازبر مولا کنم

جلوہ فرما عشق افزا بامن شوریدہ سر
تا العالم یا نبی شورد گر پیدا کنم

بس نقاب از روےانور برکشا ہاں برکشا
یا رسول اللہ بفرماتا دلم بیناکنم

من فقیر بینوا قسمت کجا یا ہم چنیں
بردرت سجدہ شب و روز اے شہِ والا کنم

اے قمرؔ خواہم کہ ازحدِ خودی بیروں شوم
لا الہ گفتہ الا اللہ رابرپا کنم

اما بعد! احقر الوریٰ سید شاہ قمر الہدیٰ بن تاج الملۃ والدین حضرت سید شاہ تاج الدین شاکر قادری ابوالعلائی قدس سرہ ساکن: موضع پنڈ شریف، ڈاک خانہ چواڑہ، ضلع: مونگیر، بہار۔

چہل حدیث کا ترجمہ مع فوائد نافعہ بامید پیش کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرما کر دینی و دنیوی نعمتوں سے مالا مال فرمائے اور قیامت کے دن حضور پرنور شفیع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ورفاقت سے سرفراز فرمائے اور مسلمانوں کو ان حدیثوں کے یاد کرنے کی توفیق بخشے اور ان میں ایک جماعت پیدا کرے جو بلا ترمیم و تنسیخ اس رسالہ کو چھپوا کر مسلمانوں میں تقسیم کر کے دونوں جہان کی صلاح وفلاح حاصل کر کے آفات ومصائب دینی ودنیوی سے مامون ومحفوظ رہے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم بجاه حبيبك سيد المرسلين واله الطيبين الطاهر ين أمين يا رب العلمين.

قال النبی ﷺ من حفظ على امتى اربعين حديثا من امر ديننا كتب فی زمرة العلماء واحشر فی زمرة الشهداء وكنت له يوم القيمة شافعا وشهيدا وقيل له ادخل من اى ابواب الجنة شئت.

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں جو شخص امر دیں کی چالیس حدیثیں حفظ کرے گا، وہ علما کے گروہ میں لکھا جائے گا اور شہیدوں کی جماعت میں اٹھایا جائے گا، اور میں قیامت کے دن اس کا شفیع اور شہید ہوں گا اور اس سے کہا جائے گا تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جا۔

فی الحقیقت بس وہی بندہ خدا کا دوست ہے
یا محمد مصطفیٰ جو تم پہ مائل ہو گیا

حدیث اول ۱

توحید اور مسئلہ وحدت الوجود کی تحقیق

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال، قال: رسول الله صلی الله علیه وسلم بُنِیَ الاسلام علی خمسٍ شهادةُ أن لا اله إلا الله وأن محمداً رسولُ الله واقام الصلوة وایتاء الزکوٰة والحج وصوم رمضان.[۱]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، اور زکوٰۃ دینا، حج کرنا، ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔

فائدہ: -اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ پانچوں ارکان دین ہیں جن کے انکار سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ پس پابندیِ ارکان کے ساتھ اصلِ توحید اور اصلِ ایمان انسان کی جان ہے۔ اسی لیے مسئلہ توحید کو وضاحت کے ساتھ حوالۂ قلم کرتا ہوں۔ اگر سمجھ میں نہ آئے تو سکوت کرنا چاہیے اسی میں خیریت اور سلامتی ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرمائے۔

---

(۱) (صحیح البخاری، کتاب الایمان/ باب قول النبی ﷺ بنی الاسلام علی جنس، ج:۱، ص:٦.

صحیح المسلم، کتاب الایمان/ باب بیان ارکان الاسلام ودعائه العظام، ج:۱، ص:۳۲.

صحیح مسلم میں انھیں الفاظ سے مذکور ہے لیکن اس میں "والحج" کے بدلے "وحج البیت" ہے۔(برکاتی)

مسلمانوں کو جاننا چاہیے کہ کلمہ طیبہ کا سمجھنا مردوں عورتوں کے لیے نہایت ضروری ہے کیوں کہ اعمال کا دارومدار اسی پر ہے۔ ورنہ ثواب نہیں اور نماز، روزہ بلکہ جملہ اعمال کا نتیجہ اچھا نہیں اور سب ضائع اور برباد ہے، اور تکمیل ایمان عمل ہی سے ہوتا ہے۔ عزیزانِ من لا اله الا الله کے معنی علما فرماتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے تہ تک پہنچے یا نہ پہنچے۔ کلمہ کے دوسرے جز محمد رسول الله سے مومن ہو جاتا ہے اور دخول جنت کے لیے کافی ہے لیکن بقول حضرت جامی علیہ الرحمہ:

ضرور سخن مشوکہ توحید خدا
واحد دیدن بود نہ واحد گفتن

اور ہم فقیروں کے مسلک میں کلمہ طیبہ کا مدلول یہ ہے کہ باری عز اسمہ واحد ہے وہی عبادت کا مستحق ہے۔ اور اہل علم پر ظاہر ہے کہ کلمہ طیبہ بالاتفاق دافع شرک ہے، مگر علماے ظاہر کے اصول پر ایک قسم کا شرک یعنی شرک عبادت دفع ہوتا ہے اور چار قسم کا شرک باقی رہ جاتا ہے:

اول: اشراك فى الوجود.

دوم: اشراك فى التاثير.

سوم: اشراك فى التنزيه.

چہارم: اشراك فى التشبيه اور اہل علم پر عیاں ہے کہ جب تک ہر شرک سے نہ بچے گا موحد کامل نہ ہوگا، حسبِ تفسیر موحدین کلمہ کے لفظ لا سے نفی غیریت ہے اس تفسیر سے یک بارگی ہر قسم شرک کی دفع ہوجاتی ہے؛ اس لیے موحدین نفی غیریت کو عین ایمان سمجھتے ہیں اور یہ بھی قابل غور ہے کہ کلمہ طیبہ میں حرف نفی واستثنا کے علاوہ دو لفظ اور ہے ایک لا اله دوسرا الله، اله کے ترجمہ میں بڑا اختلاف ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ اله کے معنی معبود بحق ہے۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ مراد معبود مطلق ہے، عام ازیں کہ حق ہو یا باطل۔ تیسری جماعت کہتی ہے کہ مراد مستحق عبادت ہے۔ چوتھی

جماعت کہتی ہے کہ کلام اللہ اس پر ناطق ہے کہ لفظ الہ مشترک لفظی ہے۔ درمیان موجود ممکن اور معبود واجب کے اس اختلاف کے علم کے بعد غور کرنا چاہیے کہ اہل عرب کے مشرک ہونے کی وجہ کیا ہے؟

پہلی وجہ غیریت ماننا درمیان اللہ اور سائر اشیا کے۔

دوسری وجہ اللہ کا تشبیہ میں انحصار کرنا لقولھم: الملٰئکة بنات الله، وقولهم: صف لنا یا محمد ربك من أی شئی هو من ذهب او فضة.

تیسری وجہ عبادت اوثان از سجدہ۔

چوتھی وجہ اصنام کا الہ نام رکھنا۔

پانچویں وجہ بتوں سے امیدوار شفاعت ہونا غرض ان وجوہ کا مجموعہ یا فرداً فرداً۔ ہر ایک شرک ہوگا مگر جماعت صوفیائے کرام کہتی ہے کہ فی الحقیقۃ یہ امور سب شرک نہیں ہیں مثلاً شفاعت اس لیے کہ شفاعت شریعت محمدیہ میں جائز ہے۔ انبیا و اولیا علما وغیرہ سب شفاعت کریں گے۔ چوتھی بھی وجہ شرک نہیں اس لیے لغۃً لفظ الہ مشترک ہے کبھی اطلاق ہوتا ہے اللہ پر اور کبھی بقرینہ غیر خدا پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ اسماء الٰھیہ "رؤف الرحیم" کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور اپنے حبیب کریم ﷺ کو فرمایا "بالمومنین رؤف الرحیم" تیسری وجہ سجدہ کرنا بتوں کو یہ بھی شرک نہیں؛ کیوں کہ سجدۂ آدم سجدۂ تحیت تھا اور سجدۂ تحیت شرعاً حرام ہے شرک نہیں چوتھی وجہ انحصار کرنا اللہ کا تشبیہ میں یہ بھی شرک نہیں کیوں کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ بھی تشبیہ کرتے تھے۔

لقولہ تعالیٰ: وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ.(۱)

پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو مشرک نہیں فرمایا بلکہ درمیان مشرک اور اہل کتاب کے فرق بتایا، پس اصل شرک کی وجہ اول یہی ہے یعنی گمان کرنا کہ درمیان خالق

(۱) القرآن الکریم، آیت: ۳۰، التوبۃ: ۹، پارہ: ۱۰.

ومخلوق کے غیریت تامہ ہے اسی وجہ سے صوفیاے کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ میں نفی غیریت ہے الحمد للہ کہ صوفیاے کرام تو شرک سے اس قدر دور ہیں کہ وجود غیر کے سرے سے منکر ہیں کہ ہستی حق کے سوا کسی کی ہستی نہیں۔ لا موجود الا اللہ اخیر میں ان آیتوں کو سمجھے۔

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللهِ زُلْفٰى.(۱)

هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللهِ.(۲)

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ قُلِ اللهُ.(۳)

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ. اَللهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ اِنَّ اللهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ.(۴)

ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عرب کے لوگ اس کے باوجود اس کی وحدت اس کی خالقیت کے قائل بس شرک کی وجہ ان کا گمان تھا غیریت درمیان خدا اور دیگر اشیا از قسم تشبیہات جو شامل ہے مجرد مادہ کہ بایں وجہ حسب مراتب محققین نے تین اور معنی بیان فرما رہے ہیں: اول سواے اللہ کے کوئی محبوب نہیں۔ دوم سواے اللہ کے کوئی موجود نہیں۔ سوم: کوئی معبود حق ہو یا باطل غیر خدا نہیں یعنی عالم بلحاظ ہستی وحقیقت شی واحد ہے اور اس پر جملہ محققین صوفیہ کا اجماع واتفاق ہے جو کوئی اس مسئلہ کو سمجھنا چاہے۔ صوفیاے کرام کی کتابوں کا مطالعہ کرے۔ نیز ربط الحادث بالقدیم یعنی مخلوق کو خالق کے ساتھ کیا ربط ہے کیا واسطہ ہے، کیا تعلق ونسبت ہے۔ جان لے تو اس مسئلے کو سمجھے اور اچھی طرح غور کرے تا کہ علمی توحید ہاتھ آئے اس مسئلہ وحدۃ الوجود پر بحث ومناظرہ

(۱) القرآن الكريم، الآية:۳، الزمر:۳۹، پاره:۲۳.
(۲) القرآن الكريم، الآية: ۱۸، يونس: ۱۰، پاره:۱۱.
(۳) القرآن الكريم، الآية: ۱٦، الرعد: ۱۳، پاره: ۱۳.
(۴) القرآن الكريم، الآية: ٦۱، ٦۲، العنكبوت: ۲۹، پاره: ۲۱.

سے یقین واطمینان نہیں ہوتا اس پر اطمینان حضرات مشائخ کرام کی صحبت سے ہوتا ہے یا جس پر فضل الٰہی ہو۔ حضرت سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ فصول الحکم میں فرماتے ہیں:

لا أدمَ فی الکون ولا ابلیس　　لا مُلك سلیمانَ ولا بلقیس
فالکل عبارة وانتَ المعنی　　یامن ھو للقلوب مقناطیس(۱)

یعنی اے وہ ذات پاک جو تمام دلوں کے لیے مقناطیس ہے ہستی میں نہ آدم ہے اور نہ ابلیس ہے اور نہ ملکِ سلیمان ہے اور نہ بلقیس ہے پس ساری کائنات عبارت ہے اور تو معنی ہے۔

جامع علوم دینیہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب سخت حامی دین اور متشدد علی اتباع الشریعہ والطریقہ بول اٹھے:

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے
کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

اور مؤلف کہتا ہے:

وہی وہ معنی ہے بے حرف وصوت و بے نقطہ
وہی ہے مدعی آپ اپنا مدعا ہوکر

برادرانِ من! وجود من حیث الوجود ایک وجود ہے جس میں دوئی و کثرت نہیں، بس وہی وجود موجود ہے ھو الاول ھو الآخر ھو الظاھر ھو الباطن اس معنی سے ہے۔ منکرین تمام الفاظ کے لغوی معانی ہی لیتے ہیں مگر جب ھو الظاھر پر آتے ہیں تو ظاہر پرستی سر پر آجاتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ آیاتِ متشابہات

(۱) فصول الحکم.

سے ہے اس کے معنی پر بے سمجھے بوجھے ایمان لائے ہیں یا یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس کے آثار ظاہر ہیں۔ اگر کوئی دریافت کرے کہ جناب من آپ نے کیوں کر سمجھا کہ یہ آیت آیاتِ متشابہات سے ہے، کیا نعوذ باللہ جناب پر وحی آئی نہیں؟ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے خود ساختہ خدا کا خاکہ اور اس کے اوصاف کا نقشہ اپنے ذہن میں قائم کرلیا ہے اس کے خلاف آیت ھوالظاہر پڑتی ہے اس لیے آپ نے متشابہات کہہ کر جان بچائی ہے، حالاں کہ اگر مسئلہ وحدت الوجود مان لیا جائے تو نہ اس کو متشابہات ماننے کی ضرورت پڑتی اور نہ تاویل کی حاجت ہوتی۔

ناظرین کتاب ہذا! اگر خدا کے سوا دوسرا وجود مانا جائے تو دو وجود ہوگا اور جب دو وجود ہوا تو وہ اس وجود کے متصل ہوگا یا منفصل اور وجود خدا نہ کسی سے متصل ہے نہ منفصل۔ اسی اصول پر کہا جاتا ہے کہ عالم عین حق ہے اور حق عین عالم ہے اور جو عقلا وجود عالم غیر وجود حق سمجھتے ہیں وہی وہم میں مبتلا ہیں اور وہ اس سمجھ میں معذور ہیں کیوں کہ یہاں پر ظہور حق کا اسی علم سے ہوا ہے اس علم کا نام وحدت الوجود ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی فتاویٰ عزیزیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ وجود مطلق وجود حق ہے اور وہی وجود مطلق موجود ہے وہی وجود مطلق واجب ممکن ہر چیز میں نمایاں ہے۔

وجودِ محض مطلق را ہمہ جا ہر زماں دیدم
بہر سوے بہر کوے بہر مظہر عیاں دیدم

ہر ذی عقل کہتا ہے کہ انسان حیوان ہے حیوان جسم نامی جسم مطلق ہے جسم مطلق جوہر ہے جوہر ایک ہستی ہے ایک حقیقت ہے سلسلہ ختم ہو جانے کے بعد سمجھ میں آتا ہے کہ کل انسان ایک وجود یا ایک حقیقت ہے پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ باہمی امتیاز بھی اسی ایک سے ہے دوسری کوئی چیز نہیں اگر ہستی کے سوا کوئی چیز ہے تو وہ نیستی ہے اور نیستی جب خود ہی موجود نہیں تو دوسروں کو خلعت ہستی کیا بخشے گی؟ اور اختلاف و امتیاز کیوں کر پیدا کر سکے گی؟ مسئلہ وحدت الوجود بس اتنا ہے کہ عالم مجموعہ مخلوقات کا نام ہے جس کا

جمع نہیں آیا ہے بس عالم بلحاظ ہستی وحقیقت کے شی واحد ہے صوفیاے کرام جو وحدت الوجود کے قائل ہیں وہ وجود حقیقی موجود ممتنع التعدد فی الذات مانتے ہیں مخلوقات کو تجلیات یا صورت یا مظہر غرض ہر صوفی نئے نئے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اس ذات وحدہ لاشریك له کوتمام مظاہر میں ظاہر ہونے کے قائل ہیں مظاہر کی کوئی ذات نہیں مانتے صرف ظاہر کی ذات مانتے ہیں مظہر کی کوئی ذات نہیں ہے تمام مظاہر فی انفسہا ھالکۃ الذات ہیں۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ.[۱] اس لیے از روئے ذات ظاہر ومظہر کوایک کہتے ہیں حضرت جامی کلیات میں فرماتے ہیں:

از روئے ذات ظاہر ومظہر یکیست ولیک
از روے عقل ایں دگر آں دیگر آمدہ

اگر کوئی خواہ مخواہ اعتراض کرے تو قرآن مجید کی آیتوں کو بھی کفر کہنا پڑے گا: مثلاً آیتِ کریمہ:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى[۲]
فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ[۳]
يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ[۴]

ایسی ہی احادیث نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام واقوال بزرگانِ دین کولکھوں تو مستقل ایک کتاب ہوجاے۔ ہر شخص کو یاد رکھنا چاہیے کہ صوفیاے کرام کی اصطلاحات خاص ہیں ان کو معانی لغویہ میں لینا صحیح نہیں ہے۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی کا قول علامہ ابن عابدین نے نقل فرمایا ہے کہ اس جماعت کے بعض مسائل اہل ظاہر کے درک سے مخفی رہتے ہیں نہ اہل کشف و باطن کے جو کوئی ان کے معانی ومراد کو نہ سمجھے اس کو اس

(۱) القرآن الکریم، آیت:۸۸، القصص:۲۸، پارہ:۲۰.
(۲) القرآن الکریم، آیت:۱۷، الانفال: ۸، پارہ:۹.
(۳) القرآن الکریم، آیت:۱۱۵، البقرہ:۲، پارہ:۱.
(۴) القرآن الکریم، آیت:۱۰، الفتح:٤٨، پارہ:٢٦.

مقام پر سکوت کرنا چاہیے۔ رئیس الصوفیہ حضرت شیخ اکبر کے اقوال کے متعلق ابن کمال باشا نے فرمایا ہے کہ جو شخص ان کے معانی سے مطلع نہ ہو اس پر واجب ہے سکوت کرنا۔

عزیزانِ من! مسئلہ وحدت الوجود بس اتنا ہی ہے کہ عالم بلحاظ ہستی وحقیقت کے شئ واحد ہے۔ اور یہ محسوسات، موجودات اس حقیقت واحدہ کے صفات اعتباری کے مظاہر ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ باعتبار حقیقت واصل کے کوئی مخلوق خالق کا غیر نہیں مخلوقات تعینات اعتبارات کا نام ہے ان کا خالق وہی اصل حقیقت مطلقہ حقانیہ ہے جس کا نام اللہ ہے۔ اور استحقاق ثواب وعذاب مدح وذم کا اعتبار اطاعت وعصیاں کے ان تعینات کے حق میں ضروری ہے پس جس نے لا الہ الا اللہ سے بھی معنی نفی غیریت حقیقیہ اور اثبات غیریت اعتباریہ سمجھا پس وہ مومن حقیقی ہوا اور نجاست شرک سے پاک ہوا۔ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں:

در بشر رو پوش گشتہ آفتاب
فہم کن واللہ اعلم بالصواب

حضرت فاضل بریلوی خلاصہ عقائد وشان رسالت ﷺ میں تحریر فرماتے ہیں مرتبہ وجود میں صرف اللہ عزوجل ہے باقی سب ظلال اور مرتبہ ایجاد میں حضور سراپا نور ﷺ ہیں باقی سب عکس وپرتو، توحید دو ہیں ایک توحید الٰہی کہ اللہ ایک ہے ذات وصفات اسماء وافعال احکام سلطنت کسی بات میں کوئی اس کا شریک وسہیم نہیں لا الہ الا اللہ لیس کمثلہ شئی. دوسری توحید رسول کہ حضور سراپا نور اپنے جمیع صفات کمالیہ میں تمام عالم سے متفرد ہیں۔

منزہ عن شریك فی محاسنه
فجوهر الحسن فیه غیر منقسم

ہم رنگی شان رسول اعظم ﷺ اس آیت سے ظاہر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ.[1]

(۱) القرآن الکریم، آیت:۳۵، النور: ۲۴، پارہ:۱۸.

یعنی اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسے ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے ایک فانوس میں ہے۔ اس آیت سے حقیقت واحدہ اور حقیقت محمدیہ کا تشبیہی نقشہ بتایا۔ اللہ غریق رحمت کرے امام غزالی کو کہ اس کی تفسیر میں انھوں نے مشکوٰۃ الانوار لکھ کے ثابت کر دیا کہ نور و نور وجود باعتبار مقصد کے متحد ہیں نور الانوار یا عینیت ذات احدیت ہے اور اس نور کا کامل عکس نور نبویت و حقیقت محمدیہ ہے نور فوق نور اسی کی جانب اشارہ ہے اب ذرا ارشاد تاجدار مدینہ ﷺ سینے:

یا ابابکر لم یعرفنی حقیقةً غیر ربی. (۱)

اے ابوبکر میری حقیقت خدا کے سوا کسی نے نہ جانا۔

محبان من! اگر آپ ویسے ہی مبشر ہیں جیسا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے تو اس اشارہ کے کیا معنی؟ اور نہ پہنچاننے میں آپ کی کیا خصوصیت ہے حقیقت کسی چیز کی ایسی نہیں کہ جس کو خدا کے سوا کوئی نہ جانتا ہو بلکہ اس کے سوا اور کچھ معنی ہیں اور آپ کی حقیقت علاوہ بشریت و نبویت کے کچھ خصوصیت امتیازی رکھتی ہے تو یہ وہی عرفان ہے جس کی رو سے عارفین حقیقت نے آپ کو برزخ جامع مظہر اتم جانا ہے۔ گو اصل حقیقت کو خدا کے سوا کسی نے نہیں جانا۔

یوں ہی ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گئیں حضور نے دریافت فرمایا کون؟ عرض کیا عائشہ فرمایا کون عائشہ؟ عرض کیا بنت ابی بکر صدیق۔ فرمایا کون ابوبکر؟ عرض کیا یار غار، رسول اللہ نے فرمایا کون رسول اللہ حضرت عائشہ صدیقہ واپس ہو گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر حضرت عائشہ حاضر ہوئیں اور وہ واقعات عرض کیے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

مع الله لا یسعنی فیه ملك مقرب و لا نبی مرسل.

عزیزان من! نحو کا مشہور قاعدہ ہے کہ جب نکرہ نفی کے تحت میں آتا ہے تو عموم و

(۱) مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات .

استغراق کا فائدہ دیتا ہے اس حدیث میں نکرہ نفی کے تحت میں واقع ہے تو صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ اے عائشہ میرے لیے اللہ کے ساتھ خاص وقت ہے کہ اس وقت نہ کوئی مقرب فرشتہ نہ کوئی نبی حتیٰ کہ محمد بھی بشان محمد نہیں رہتے بات یہ ہے کہ جب تک نبی ﷺ تعین جسدی میں رہتے محمد ہوتے تھے اور جب روح اپنے اصل میں مل جاتی ہے تو کون محمد اور کون جبرئیل کیسی وحی کیسا الہام بقول حضرت جامی:

خود فرشتندہ خود فرستادہ
سوے خود شد رواں رسول اللہ

جب کچھ نہ تھا تو خدا تھا وہ دور احدیت کا تھا اس مرتبہ کو غیب الغیب کہا جاتا ہے اور تنزیہ محضہ بھی کہتے ہیں چوں کہ ذات جامع تنزیہ وتشبیہ ہے اس لیے جب وہ دور ختم ہوا اور تشبیہ کا پردہ گرا آئینہ صفات میں ذات کا ظہور ہوا گنج مخفی پردۂ غیب سے باہر نکلا جب اس نے محبوبیت کا پردہ حائل کر دیا اور ایک برزخ کبریٰ عقل کا روح اعظم یعنی انسان کامل کا ظہور ہوا جسے حقیقت محمدیہ کہتے ہیں جسے اول ما خلق اللہ نوری یا اول ما خلق اللہ روحی سے تعبیر کیا گیا تشبیہات واستعارات زبان سے نکل کر یوں سمجھنا چاہیے کہ حضرت احدیت نے سب سے پہلے اپنے آپ کو روح محمدی کی تعین میں ظاہر کیا اور یہی تعین احد اور احمد میں میم کا پردہ بن گیا جس کے رو سے اطلاق محمدیہ پر بھی جائز نہیں اعتباری امتیاز قائم کیا گیا یہی امتیاز اعتباری عبدیت کاملہ کی شان ہے یعنی عبدیت کاملہ آئینہ اوصاف اتم ہے جس میں تمام اسما و اوصاف کا جلوہ ہے چوں کہ انسان کی حقیقت جامع ہے اور اوصاف ملکی بہیمی و روحانی و شیطانی کو اس لیے تمام کائنات سے انتخاب کر کے روح محمدی کے سر پر سہرا چڑھا۔ عزیزانِ من اگر حسن عقیدت سے تفسیر حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی یا مثنوی مولانا روم علیہ الرحمہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ مسئلہ بخوبی سمجھ میں آ جائے لیکن ضرورت ہے مان لینے کی اور اگر یہ کہا جائے کہ فلاں مولوی صاحب ایسا کہتے ہیں تو ایسے شخص کے لیے نہ قرآن کام آئے

نہ حدیث اور نہ شیخ و مرشد سے فائدہ پہنچے اس راہ کے چلنے والوں کو سب سے پہلے شیخ و مرشد کے زیر حکم رہنا چاہیے جب یہ ہو گیا تو راستہ سیدھا دکھائی دے گا۔

چوں اطاعت پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

ناظرین رسالہ! اتنا یقین فرمایئے کہ اس فقیر کے دل سے بازگشت کی آواز سنائی نہ دے گی کیوں کہ وحدت الوجود کا مسئلہ صوفیائے کرام کا مسلمہ مسئلہ ہے حضرت باقی باللہ اور ان کے پیرانِ پیر سلاسل رضوان اللہ علیہم وجودی کے قائل تھے مگر حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اپنی یافت کے مطابق لفظ شہود کو اختیار فرمایا لیکن اہل علم کے نزدیک معنی و مفہوماً وجود شہود میں نزاع لفظی ہے حاصل دونوں کا ایک ہے اعتبار لفظی اٹھ جانے کے بعد جو وجود ہے وہ شہود ہے اور جو شہود ہے وہ وجود ہے جو حضرات لکھ گئے یا بول گئے یا بول رہے ہیں وہ محض تعبیر و عنوان سے کام لیتے ہیں میں نے بھی ان حضرات کے دلائل کو تعبیر و عنوان ہی سے حوالہ قلم کیا ہے:

باطنش در وجود طلعت ذات
ظاہرش در شہود ملک صفات

ہم رنگم! اب رہے اعتراضات اس سے نہ کوئی بڑی ہستی بچی اور نہ بچے گی۔

امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

قیل ان الالہ ذو ولد
قیل ان الرسول قد کھنا
ما نجی اللہ والرسول معًا
من لسان الوریٰ فکیف انا

یہ سب صحیح ہے پھر بھی حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فصول الحکم میں اکثر اعتراضوں کا جواب دے دیا ہے:

وان قلت بالتنزیه کنت مقیدا
وان قلت بالتشبیه کنت محدودا
وان قلت بالامرین کنت مسددا
وکنت اما مافی المعارف وسیدا

یعنی اگر تو اللہ تعالیٰ کے تنزیہ کا قائل ہوا تو اللہ تعالیٰ کو ایک شان تنزیہ میں قید کرنے والا ہوا اور اگر فقط تشبیہ کا قائل ہوا تو اللہ تعالیٰ کو ایک شان تشبیہ میں محدود کرنے والا ہوا اور اگر تو دونوں امر کا قائل ہوا تو راہ راست پر چلنے والا اور معرفتوں کے اندر امام اور سردار ہوا۔

عزیز و محبو! یوں تو اعتراضات بہت کچھ اپنی غلط فہمی پر لوگ کرتے ہیں یہاں پر میں ان لوگوں کے چار مشہور اعتراضات ذکر کر کے ان کا جواب حوالۂ قلم کرتا ہوں۔

اول: وجودیوں کے عقیدہ کے مطابق اللہ مطلق و مقید دونوں ایک ہو جاتا ہے یوں ہی محدود و غیر محدود۔

دوم: متغیر اور حادث ہے اور وحدت الوجود کے رو سے ان حوادث کو عین خدا کہنا پڑتا ہے۔

سوم: ایک طرف اللہ عالم ہے دوسری طرف جاہل یہ اجتماع الضدین ہے۔

چہارم: جب ایک ہی ہستی ہے تو خواص اشیا میں اختلاف و امتیاز کیوں؟

جواب اول اعتراض کا حضرت شیخ اکبر نے دو شعروں میں دے دیا ہے جو ابھی مذکور ہوا مطلب ان شعروں کا یہ ہے کہ اگر تم خدا کے محض تنزیہ کے قائل ہوں گے تو تم نے اسے خاص اوصاف سے مقید کر دیا اور اگر صرف اس کی تشبیہ کو مانو گے تو اسے محدود کر دیا بلکہ اس کو جامع تنزیہ و تشبیہ سمجھو۔

عزیز و محبو! ہاں میرا خدا کہاں ہے اس لیے ہر جگہ ہے اور لا مکان بھی ہے اس لیے کہ کوئی اس کی جگہ نہیں۔ میرا خدا جسم و جان سے پاک ہے اور جسم و جان میں بھی ہے۔

میرا خدا نہ پاک ہے نہ ناپاک جس طرح آفتاب کا پرتو پاک اور ناپاک جگہ پڑنے سے نہ ناپاک کہا جاسکتا ہے نہ پاک اسی طرح ہستی مطلق کسی وہمی گندگی نجاست سے ناپاک نہیں ہوتی ہے وہ ایک اعلیٰ مرتبہ میں ہے جسے اہل برہان لا بشرط شئی کہتے ہیں وہ فی ذاتہ نہ ناپاک ہے نہ پاک یہ ناپاکی و پاکی بھی تعینات وہمیہ کے اندر ہے۔

تو بری از پاک و ناپاکی ہمہ
وز گراں و چالاکی ہمہ

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بے شک اللہ جامع الصفات ہستی کا نام ہے، لیکن نقائص سے اس کی نسبت اس عالم اعتباری میں جائز نہ ہوگی؛ اس لیے کہ نقائص بھی اگرچہ اس کے مظاہر ہیں مگر ملت و مذہب کے قوانین اعتباریہ میں وہی اس نسبت کو ممنوع قرار دے رہا ہے، اور تعینات مذہبی کے رنگ میں اپنے آپ کو پیش کر رہا ہے اسی کا نام شرعی ادب اور مذہبی احترام ہے اگرچہ مذہبی رنگ میں بھی اس کا ظہور ہے۔ چوں کہ اعتبار کے تبدل سے احکام بدل جاتے ہیں اسی لیے جب تک یہ اعتبارات قائم ہیں ان متغیرات وحوادث کو ہوش وحواس کے ساتھ خدا کہنا ہرگز جائز نہ ہوگا حالت سکر اور غلبہ وجذبہ کی اور بات ہے اس لیے مذہبی احکام تابقاے ہوش وحواس ساقط نہیں ہوسکتے گو حقیقت یہی ہے جیسا حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ

تیسرے اعتراض کا بھی جواب سنیے: اللہ تعالیٰ ذات وصفات میں نہ اجتماع الضدین اور نہ ارتفاع الضدین۔ تمام مذہب کا یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ نہ وہ جسم میں ہے نہ جہت میں نہ مکان میں ہے، نہ زمان میں اور پھر ہر جگہ اور ہر وقت میں ہے الان کما کان اس کی شان ہے۔

چوتھے اعتراض کا جواب ضمناً دیا جاچکا ہے کچھ اور عرض کروں کہ خواص وآثار اشیاء مسلم ہیں لیکن ان میں امتیازات واختلافات کا اصلی سبب یہ ہے کہ کائنات صفات

الٰہیہ کا مظہر ہے صفات حقیقۃً عین ذات ہیں اور باہم متحد، لیکن بلحاظ نتائج وثمرات ان میں اعتباری اختلاف ہے، یہی وہ ذات ہے کہ جب اس کا تعلق مدرکات سے ہوتا ہے تو اسے علم وعلیم کہتے ہیں اور جب مقدمات سے ہوتا ہے تو اسے قدرت وقادر کہتے ہیں۔ چوں کہ صفات میں باہم اعتباری فرق ہے تو جو ان صفات کے مظاہر ہیں ان میں بھی اختلافِ اعتباری پیدا ہوگا لیکن کہیں جلال کا ظہور ہے اور کہیں جمال کا اگر حقیقت ابلیسیہ اور جہنم مظہر جلال ہیں تو حقیقت محمدیہ اور جنت مظہر جمال اور جب تک یہ تعینات قائم ہیں سب کے احکام بھی جداگانہ قائم ہیں اور رہیں گے۔

ناظرین! قرآن مجید کو اگر مقراض تاویل سے نہ کترا جائے تو وحدت الوجود سمجھنے میں دقت نہ ہو، ہر ہر قدم پر وحدت الوجود اپنا جلوہ دکھائے۔ جل جلالہ وعمّ نوالہ

حدیث دوم ۲

جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائے وہ مومن نہیں

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن رسول الله ﷺ أنه قال والذی نفس محمد ﷺ بیده لا یسمع بی احد من هذه الامة یهودیٌ ولا نصرانیٌ ثم یموت ولم یومن بالذی ارسلت به الا کان من اصحاب النار.(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس ذات پاک کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے اس امت کا کوئی یہودی یا نصرانی ایسا نہیں جس کو میری خبر پہنچے پھر وہ میرے دین پر ایمان لائے بغیر مرجائے مگر وہ جہنمیوں سے ہوگا۔

فائدہ:- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور کا دین پہلے دینوں کا ناسخ ہے، حضور کے ظہور کے بعد جو آپ پر ایمان لائے بغیر مرجائے وہ ہمیشہ کے لیے جہنمی ہے، دین موسوی دین عیسوی پر ہونا اب اسے فائدہ نہ دے گا۔ اسی واسطے دوسری حدیثوں میں ہے جسے طبرانی معجم کبیر میں یعلی بن مرہ سے راوی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما من شئی الا یعلم انی رسول الله الا کفرة الجن والانس.(۲)

کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے رسول خدا نہیں جانتی ہو مگر بے ایمان جن اور آدمی۔

چناں چہ رب العزت جل جلالہ نے فرمایا: "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ"(۳)

(۱) صحیح المسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد ﷺ إلی جمیع الناس ونسخ الملل بمثله، ج:۱، ص:۸٦.

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی، ج:۲۲، ص:۲٦۲، حدیث نمبر: ٦۷۲.

(۳) القرآن الکریم، الآیة:۲۸، سبا:۳٤، پاره:۲.

دوسری آیت میں ہے:

"تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا." (۱)

تیسری آیت میں ہے: "وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" (۲)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ عالمین میں تمام ارضی وسماوی داخل ہیں جس طرح رب العالمین کی تفسیر سے ہویدا ہے۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی "تکمیل الایمان" میں تحریر فرماتے ہیں" کہ بعثت ہمارے حضرت ﷺ کی تمام افراد عالم اور جمیع موجودات کے لیے ہے ورنہ سلام درختوں کا اور گواہی حیوانات کی کیا معنی ہے۔ بے شک حضور کی رسالت جن و ملائکہ انسان، حیوانات، نباتات و جمادات سب کے لیے ہے ﷺ"۔ حضرت مولاے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ میں مکہ مکرمہ میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ تھا تو ہم مکہ معظّمہ کے بعض اطراف میں نکلے تو جو پہاڑ یا درخت سامنے آتا تھا عرض کرتا السلام علیك یا رسول الله. (۳)

عزیز و محبو! جس کا خالق خدا ہے اس کے رسول محمد رسول اللہ ﷺ ہیں ابونعیم نے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ سید عالم ﷺ فرماتے تھے کہ جب سے مجھ پر وحی ہوئی کوئی شجر کوئی حجر ایسا نہ تھا جو مجھے السلام علیك یا رسول الله نہ کہتا ہو۔

---

(۱) القرآن الکریم، الآیة:۱، الفرقان:۲۵، پارہ:۱۸.

(۲) القرآن الکریم، الآیة:۱۰۷، الانبیاء:۲۱، پارہ:۱۷.

(۳) حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن علی بن ابی طالب قال: كنت مع النبی ﷺ بمكة فخرجنا فی بعض نواحیها فما استقبله جبل ولا شجر الا وهو یقول السلام یارسول الله. (جامع الترمذی، كتاب المناقب، باب ماجاء فی آیات نبوة النبی ﷺ وما خصه الله به، ج:۲، ص:۲۰۳.)

حدیث سوم ۳

اطاعتِ رسول ہر مومن پر واجب ہے

عن جابر بن عبد الله ... من اطاع محمدا ﷺ فقد اطاع الله، ومن عصى محمدا ﷺ فقد عصى الله و محمد ﷺ فرق بين الناس.(۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے محمد (ﷺ) کی فرماں برداری کی اس نے اللہ کی فرماں برداری کی اور جس نے محمد (ﷺ) کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اور محمد (ﷺ) فرق کرنے والے ہیں۔

یعنی مومن اور کافر اور مطیع اور عاصی میں اس طرح سے فرق فرمایا ہے کہ جو آپ کی تابعداری کرے وہ مومن ہے اور جو تکذیب کرے وہ کافر ہے اور جو آپ کے ارشاد کے مطابق عمل کرے مطیع ہے اور اس کے خلاف کرے نافرمان ہے۔

طبرانی معجم کبیر میں بہ سند حسن سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور پرنور ﷺ نے آفتاب کو حکم فرمایا کہ کچھ دیر چلنے سے باز رہ وہ فوراً ٹھہر گیا۔

مؤلف غفر اللہ لہ کہتا ہے کہ اس حدیث حسن کا واقعہ وہ واقعہ عظیمہ ہے جس میں ڈوبا ہوا سورج محبوب کے لیے پلٹا ہے یہاں تک کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے نماز عصر کی خدمت واطاعت محبوب باری میں قضا ہوئی تھی ادا فرمائی۔

امام اجل طحطاوی وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی۔

الحمد للہ! اسے خلافت رب العزۃ کہتے ہیں کہ ملکوت السمٰوات والارض میں ان کا حکم جاری ہے۔ تمام مخلوق الٰہی کو ان کی اطاعت وفرماں برداری کا حکم ہے۔ وہ خدا کے ہیں اور

(۱) صحيح البخاری، كتاب الاعتصام، بالكتاب والسنة، باب الاقتداء سنن رسول الله ﷺ ج:۲، ص:۱۰۸۱.

جو کچھ خدا کا ہے سب ان کا ہے۔ محبوب اجل واکرم خلیفۃ اللہ الاعظم ﷺ جب دودھ پیتے تھے چاند ان کی غلامی بجالاتا تھا، جدھر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا۔

شیخ الاسلام علامہ صابونی فرماتے ہیں:

هو فى المعجزات حسن.

یہ حدیث معجزات میں حسن ہے۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ جب دودھ پیتوں کی یہ حکومت قاہرہ ہے تو اب کہ خلافت کبریٰ کا ظہور عین شباب پر ہے آفتاب کی کیا مجال کہ ان کے حکم سے سرتابی کرے آفتاب ماہتاب درکنار واللہ العظیم مدبرات الامر کہ تمام نظم ونسق عالم جن کے ہاتھوں پر ہے محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ الاعظم ﷺ کے دائرۂ حکم سے باہر نہیں نکل سکتے حضور پرنور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

"ارسلت الى الخلق كافة"(۱)

میں تمام مخلوق الٰہی کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

مسلمانو! حضور اقدس ﷺ کا درجہ تو بہت بلند و بالا احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ آپ کی امت کے لاکھوں آدمی مطیع فدائی ایسے ہوئے جو ہمیشہ مخلوق الٰہی پر حکومت کرتے آئے اور آج بھی کر رہے ہیں۔ حیوانات، نباتات، جمادات میں سے کسی کی کیا مجال کہ ان کی حکم عدولی کر سکے یہی خاصان خدا "من كان الله كان الله له" کے عملی نمونہ ہیں۔

اب میں حضور کے غلاموں کی شان وتصرف واختیار کچھ عرض کروں، مشکوٰۃ شریف ص:۵۴۵/حضرت محمد بن منکدر سے مروی کہ سرزمین روم میں حضرت سفینہ لشکر کی راہ بھول گئے جنگل میں لشکر کو تلاش کرتے پھرتے تھے کہ ایک شیر سامنے آ گیا آپ نے اس سے فرمایا اے شیر میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں اور اس طرح راہ گم کردہ ہوں یہ سنتے ہی شیر خوشامد کرتا سامنے آ گیا اور آپ کے پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا جب کوئی کھٹکا ہوتا اس

(۱) جامع الترمذى، ابواب السير، باب ماجاء فى الغنيمة، ج:۱، ص:۱۸۸.

طرف متوجہ ہوجاتا پھر آپ کے پہلو میں آجاتا اسی طرح شیر آپ کے آگے آگے چلتا رہا یہاں تک کہ آپ لشکر میں پہنچے تب شیر واپس ہوگیا۔ (۱)

اسے دیکھیے غلاموں کی حکومت۔ آقا کا نام لیا اور جنگل کے درندے مطیع ہوگئے اور بجائے ایذا پہنچانے کے مطیع ومحافظ بن گئے یہ ہے مصطفائی اقتدار اور محمدی اختیار جن کے غلام شیروں پر حکومت کرتے ہیں تفویت الایمان میں دشمن دین نے کیسے کہا کہ جس کا نام محمد یا علی ہے کسی چیز کا مختار نہیں۔ مجدد ماتہ حاضرہ موید ملت طاہرہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ نے بہت صحیح فرمایا:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

(۱) حدیث کے الفاظ یہ ہیں:
عن ابن المنکدر أن سفینة مولیٰ رسول الله ﷺ اخطأ الجیش بارض اروم أو اُسرَ فا نطلق هاربا یلتمس الجیش، فاذا هو بالاسد، فقال: یا ابا الحارث! ان مولیٰ رسول الله ﷺ کان من امر کیت کیت، فاقبل الاسد له بصبصة حتیٰ قام إلیٰ جنبه، کلما سمع صوتا أهوی الیه، ثم اقبل یمشی إلیٰ جنبه حتی بلغ الجیش، ثم رجع الاسد. مشکاة المصابیح، باب الکرامات، الفصل الثانی، ص:٥٤٥.

حدیث چہارم (۴)

محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن انس ابن مالك رضى الله عنه قال، قال رسول الله ﷺ لا يومنُ أحدكم حتى اكون احب اليه من ولده ووالده والناس اجمعين.[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی مومن کامل نہیں ہوگا جب تک میں اس کو اس کے باپ بیٹے اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

فائدہ:- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہان کے لوگوں سے اور تمام دنیا کی چیزوں سے محبوب رکھنا ایمان اور مدار نجات ہے، بلکہ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن چیزوں کو محبوب رکھا اس سے محبت رکھنی اور جس نے حضور کو محبوب رکھا اسے بھی محبوب رکھنا عین ایمان بلکہ ایمان کی جان کہا جائے تو صحیح ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا تھی:

"اللهم ارزقنى حبك وحب من محبك، الحديث"

یعنی اے اللہ تو اپنی محبت دے اور اس کی بھی محبت دے جو تجھے محبوب رکھتا ہے۔

مواہب الدنیہ و مدارج النبوۃ وغیرہما میں ہے رسول خدا کی تعظیم میں سے ان چیزوں کی تعظیم ہے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ بھی علاقہ ہو اور جسے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھوا ہو یا حضور کی نسبت سے معروف و مشہور ہو، پس جہاں تعظیم ہوگی محبت کی نشانی ہے اور جس

(۱) صحيح المسلم، كتاب الايمان، باب وجوب محبة رسول الله ﷺ أكثر من الأهل والولد والوالد والناس اجمعين، وإطلاق عدم الإيمان على من لم يحبه هذه المحبة، ج:١، ص:٤٩.

دل میں محبت نہیں وہاں تعظیم نہیں:

محبت جس کے سینے میں نہیں سرکار بطحا کی
یقیناً اس کے دل سے سلب ہے انوار ایمانی

عزیزانِ ملت! ہر چیز کی شناخت کے لیے کچھ علامتیں ہوتی ہیں جن کے ذریعہ وہ شی پہچانی جاتی ہے یوں تو محبت کی بہت سی علامتیں ہیں ان میں سے ایک محبوب کو بکثرت یاد کرنا ہے حدیث شریف میں ہے:

"من احب شيئا اكثر ذكره"(۱)

جو شخص کسی کو محبوب رکھے گا اکثر اس کا تذکرہ کرے گا، اور کثرت ذکر سے شوق لقا پیدا ہو جاتا ہے کیوں کہ ہر محب اپنے محبوب کا دیدار پرانوار دل سے دوست رکھتا ہے، اور اگر یہ بات پیدا نہیں تو دراصل وہ محب نہیں کسی نے محبت کی تعریف اس طرح کی ہے:

"المحبة هی الشوق الی المحبوب"

یعنی محبت شوق لقا ہے محبوب سے اور شوق لقا کیفیت جذبہ کی اول منزل ہے اول مجاہدہ و بعدہ مراقبہ بعدہ مشاہدہ، علما و صوفیہ کا ارشاد ہے کہ سالک بے جذبہ راہ سلوک کی گھاٹیوں سے گزر نہیں سکتا پس اگر محب شوق مشاہدہ۔ جمال جہاں آرا سے بے چین اور گریہ کناں نہیں ہے تو دراصل وہ محب نہیں، حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ہر چہ غیر از شورش و دیوانگی ست
اندرین رہ دوری و بے گانگی ست

ترمذی شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص روئے مبارک حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا جاتا تھا، آپ نے دریافت فرمایا: تیرا کیا حال ہے اس نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کی طرف دنیا میں نظر کر کے فائدہ اٹھاتا ہوں، جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ آپ منازل رفیعہ و درجات عالیہ عطا

(۱) کنز العمال، جلد:۳٤، ص:۲٦۷، المکتبة الشاملة.

فرمائے گا میں آپ کی روئے روشن کی زیارت نہ کرسکوں گا حضور نے فرمایا:

"من اَحَبَّنِیْ کان معی فی الجنۃ"(۱)

جو مجھے دوست رکھے گا میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ یہ ہے محبت اور محبت کی برکتیں:

احادیث و کلام اللہ سے ثابت ہوا ہم کو
کہ اس کے ساتھ ہوگا ہر بشر جس سے محبت ہے

آدمی تو آدمی حیوان تک حضور کا محب اور فرماں بردار غلام بن جاتا تھا۔ ابن عساکر فرماتے ہیں: ایک گدھا حضور کا محب تھا دروازہ پر آ کے پڑا رہتا تھا جب حضور اکرم ﷺ کسی کو بلانا چاہتے تھے تو اس سے فرماتے فلاں شخص کو بلا لا! وہ گدھا اس کے یہاں جاتا اور دروازہ پر جا کر سر رگڑتا، جب صاحب خانہ باہر آتا تو اشارہ کرتا کہ تم کو سرکار دو عالم ﷺ نے بلایا ہے، جب حضور پرنور ﷺ کا وصال ہوا اسے تاب مفارقت نہ رہی۔ کوئیں میں گر کر مر گیا۔ یہ ہے محب و عشق و شوق لقا۔

امام قاضی عیاض شفا شریف پھر علامہ احمد قسطلانی مواہب لدنیہ پھر علامہ زرقانی شرح مواہب الدنیہ شرحاً و تفسیراً فرماتے ہیں جو ہر حال میں نبی ﷺ کو اپنا والی اور اپنے آپ کو حضور کے ملک میں نہ جانے وہ سنت نبی ﷺ کی علاوت سے اصلاً خبر دار نہ ہوگا۔ حضرت عزت حق سبحانہ و تعالیٰ شانہ فرماتا ہے:

"اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ"(۲)

اور خود حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أنا أولیٰ بالمومنین مِنْ أنفسهم" (۳)

میں مسلمانوں کو ان کی جان سے زیادہ والی ہوں۔ یہ بھی سمجھ لیجیے کہ اولیٰ اسم

(۱) مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام، بالکتاب والسنۃ، الفصل الثانی، ص:۳۰.

(۲) القرآن الکریم، الآیۃ: ٦، الاحزاب: ۳۳، پارہ: ۲۱.

(۳) صحیح البخاری، کتاب الکفالۃ، باب الدین، ج:۱، ص:۳۰۸.

تفصیل ہے ولایت سے مشتق ہے۔ ولایت کے معنی قریب ہونا مطلب یہ ہوا کہ میں مسلمانوں کے نفس سے بھی قریب تر ہوں۔

علامہ مناوی شرح میں فرماتے ہیں:

"لانی خلیفته الاکبر المُمِدُّلِکُلٍّ "(۱)

اس لیے کہ میں اللہ کا نائب ہوں اور تمام مخلوق کا مدد رساں ﷺ:

"الکرامة والمفاتیح یومئذٍ بیدی "(۲)

سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ امت اور کنجیاں اس روز میرے دست وقدرت میں ہوں گی تفویت الایمان والے نے کیسے کہا: جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

مسلمانو! اللہ کے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی فرماں برداری اور غلامی کرنے والے اللہ کے محبوب اور پیارے ہیں قرآن پاک میں فرمایا:

"اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ "(۳)

فرمادیجیے اگر تم اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمھیں محبوب بنالے گا پھر محبوبان کے اختیارات جو بارگاہِ الٰہی سے انھیں عطا ہوئے ان کا شمار کون کر سکے۔ حضور اقدس سید المحبوبین ﷺ نے فرمایا:

"أُعطیتُ مفاتیح خزائن الارض"

مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دی گئیں۔ (۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ جنگ حدیبیہ میں پانی نہ رہا نبی ﷺ نے اپنا دست مبارک چھاگل میں ڈالا تو انگشت ہائے مبارک سے چشموں کی طرح پانی جوش

(۱) فیض القدیر، شرح الجامع الصغیر، ج:۱۱، ص:۱۲۱.

(۲) مشکاة المصابیح، کتاب الفتن، باب فضائل سید المرسلین، ص:۵۱٤.

(۳) القرآن الکریم، الآیة: ۳۱، آلِ عمران: ۳، پارہ:۳.

(۴) رواہ البخاری و مسلم عن عقبة بن عامر کذا فی المشکوٰة ص:۵٤۷) صلی اللہ علی النبی الامی وآله. بخاری.

مارنے لگا اور اس قدر پانی کثیر ہوا کہ سب نے پیا اور وضو کیا، راوی کہتے ہیں کہ اس وقت ہم سب پندرہ سو آدمی تھے "لو کنا ماته الف لکفانا"[(۱)] اگر ہم لوگ ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی کافی ہوتا۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ
(اعلیٰ حضرت)

سبحان اللہ! اس طرح خزائن رحمت ہاتھ میں ہوتے ہیں کہ انگشت مبارک سے دریا جاری ہوگیا یہ معجزات دلیل نبوت ہیں جو کفار کو عاجز کردیتے ہیں اور دل سے ماننے پر مجبور کرتے ہیں۔ مگر نجدی المذہب باوجود ادعاے اسلام احادیث میں سب کچھ دیکھ کر بھی تصرف وقدرت کا انکار ہی کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

"یا عائشة لو شئت لسارت معی جبال الذهب"[(۲)]

سید عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر میں شاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلا کریں۔

یہ ہے تصرف و اختیار یہ ہے حکومت و اقتدار جن سے دیکھا نہ جاے وہ اپنی آنکھیں پھوڑ لیں سروں پر خاک ڈالیں۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، ج:۱، ص:۵۰۵.

(۲) مشکاة المصابیح، کتاب الفتن، باب فی اخلاقه و شمائله ﷺ الفصل الثالث، ص:۵۱۸.

حدیث پنجم ۵

مومن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور کفر سے نفرت کرتا ہے

عن أنس رضی الله عنه قال قال رسولُ الله ﷺ ثلاث من کنّ فیه وجد حلاوةَ الایمان من کان الله ورسوله اَحب الیه مما سواهما، ومن احب عبدًا لایحبه الا لله، ومن یکره ان یعود فی الکفر بعد اذ انقده الله منه، کما یکره ان یلقی فی النار.[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین خصلتیں ہیں جن میں یہ ہوں ان کی بدولت ایمان کی شیرینی پاتا ہے۔ اول یہ کہ اس کو اللہ و رسول تمام ما سوا سے زیادہ محبوب ہوں۔ دوسری یہ کہ جب بندہ کسی شخص سے محبت کرے تو صرف رضائے الٰہی کے لیے محبت کرے۔ تیسری یہ کہ جو کفر کی طرف لوٹنے کو بعد اس کے کہ اللہ نے اسے بچایا اتنا برا جانے جتنا اس کو برا جانتا ہے کہ آگ میں ڈالا جائے۔

فائدہ: –اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایمان دار اپنے کمال ایمان کی وجہ سے محبت نبوی میں سخت ہوتا ہے اور کفر سے نفرت تمام رکھتا ہے۔ عزیزو، محبو! موجودہ وقت نجدی اور نجدیوں کے ہم عقیدہ دیوبندی وہابی بات بات میں کہا کرتے ہیں کہ یہ کام کفر ہے، یہ کام شرک ہے، اس لیے کفر و شرک کی تشریح کی ضرورت ہوئی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ہم سنیوں کو نجدیت کے شر سے بچائے میرے نزدیک نجدیوں سے زیادہ دیوبندی وہابی خطرناک ہیں۔ اس بات کو آپ لوگ غور کریں اور بخوبی سمجھ لیں، عقائد نسفی میں ہے:

الکبیرة لا تخرج العبد المومن من إلایمان ولا تدخله فی

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من کره ان یعود فی الکفر کما یکره ان یلقیٰ فی النار من الایمان، ج:۱، ص:۸.

الکفر .[1]

یعنی گناہ کبیرہ کا ارتکاب مومن کو ایمان سے خارج نہیں کرتا اور نہ کفر میں داخل کرتا ہے۔اور ہر اہل علم پر ظاہر ہے کہ اسلام کو کفر سے تمیز دینے والا اور دونوں میں فرق کرنے والا کلمہ طیب لا الہ الا اللہ ہے اور لا الہ الا اللہ ہی اصلی توحید ہے جس کا معنی یہ ہے کہ سچا معبود اللہ کے سوا کوئی اور نہیں، اس کا زبان سے اقرار کرنا اور دل سے یقین جاننا توحید ہے اور تکمیل ایمان دوسرے جز محمد رسول اللہ سے ہو جاتی ہے۔

علامہ ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: "لا الہ الا اللہ میں لا یہ نفی جنس کا ہے جس میں نص ہے او پر نفی افراد الہ کے ہر فرد سے ہے اور خبر لا کی محذوف ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بجز اللہ کی ذات کے کوئی معبود بالحق موجود نہیں۔ملتقطاً"[2]

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول سے اشارہ فرمایا کہ صوفیوں کا مذہب "لا موجود الا اللہ" صحیح ہے اور یہی توحید اسلام ہے اور دین اسلام کی بنیاد توحید ہی پر رکھی گئی ہے۔پس اسلام کا بڑا مقصد توحید کو پھیلانا اور شرک کا مٹانا ہے۔لہٰذا شرک کو غیر شرک سے پہچاننے اور جدا کرنے کی ضرورت ہے، پہچان کے بغیر ایک چیز کو دوسرے چیز سے جدا کرنا ناممکن ہے۔اب مشرک کی تعریف معلوم کرنا ضروری ہے اس لیے کہ جب تک شرک کی جامع مانع تعریف نہ ہو شرک کی پہچان پورے طور پر نہیں ہو سکتی ہے اور شرک کو غیر شرک سے جدا نہیں کیا جا سکتا ہے علما و حکما کا یہ قول مشہور ہے: "الاشیاء تعرف باضدادھا" یعنی چیزوں کی پوری پہچان ان کے ضدوں سے ہوا کرتی ہے، بس شرک کی ایسی تعریف ہو جو قرآن پاک کی آیتوں اور صحیح حدیثوں کے خلاف نہ ہو

(۱) شرح العقائد النسفی، ص:۱۱٦، ۱۱۷.

(۲) عبارت یہ ہے:

ولا نافية للجنس، واله اسمها ركب معها تركيب خمسة عشر وخبرها محذوف اتفاقاً، تقديره موجود ان ار يد بالأله المعبود بحق والا فتقديره معبود بحق الا حرف. (مرقاه المفاتيح، كتاب الايمان، ج:۱، ص:۱٦۷.

اور ائمہ دین و علما متقدمین کے اقوال و افعال شرک نہ ہو جائیں اور نہ اللہ تعالیٰ سے انبیاے کرام تک بلکہ صالحین از زمانہ آدم تا ایں دم سب کے سب مشرک نہ ہو جائیں، اور ایسی تعریف سے بچنا چاہیے جو نجدی شرک کی کیا کرتے ہیں جس کے رو سے کوئی بھی شرک سے نہیں بچتا۔

عزیز و محبو! اللہ تعالیٰ نے جس کو شرک و کفر فرمایا ہے اس سے مسلمانوں کو بچنا چاہیے نجدیوں اور ان کے ہم مذہب دیوبندی وہابیوں کے بتائے ہوئے شرک سے بچنا انسان کا ناممکن ہے اس لیے کہ وہ بات بات میں مشرک کہا کرتے ہیں۔ اس زمانہ میں جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہے وہ نجدی المذہب ہے اور نجدی عقائد رکھتے ہوئے جو شخص کسی امام کی تقلید کا دعویٰ کرے وہ دیوبندی وہابی ہے۔ ان کتابوں میں جو نجدی عقائد کی تبلیغ کرتی ہیں تفویت الایمان، مولوی اسماعیل دہلوی کی بہت معروف و مشہور ہے جو نجدی کی کتاب التوحید کا ترجمہ ہے یوں ہی دیوبندی وہابیوں کی کتابیں بھی شائع ہیں یہ حضرات اپنے کو حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کہتے ہیں مگر عقیدہ بالکل تفویت الایمان کے مطابق رکھتے ہیں۔

چناں چہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ جلد ۳، ص: ۵۵، میں لکھا کہ تفویت الایمان پر عمل کرنا عین ایمان ہے۔ اور جلد اول، ص: ۱۲۲ پر ہے اور کتاب تفویت الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور ردشرک و بدعت میں لاجواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔

اس تحریر کے بعد بھی کوئی شبہ رہتا ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ہم عقیدہ مولوی اسماعیل دہلوی کے تھے۔

عزیزان من! نجدی اور دیوبندی وہابی دونوں کے عقائد بالکل ایک ہیں سرِ مو فرق نہیں ان دونوں کی کتابوں کے دیکھنے سے بچنا چاہیے اور اہل سنت و جماعت کی

کتابیں ان کے رد میں ہیں ان کو ضرور دیکھنا چاہیے تا کہ بد مذہبی سے بچے اور سنیوں کی جماعت میں رہے۔ ہر شخص کو اس قدر باور کرنا اور یاد رکھنا چاہیے کہ آدمی حقیقۃً کسی بات سے مشرک نہیں ہوتا جب تک غیر خدا کو معبود اور مستقل بالذات واجب الوجود نہ جانے۔شرح عقائد نسفی جو درسی مستند کتاب ہے، میں ہے:

"إلا شراك هو إثبات الشريك فى الألوهية بمعنى وجوب الوجود كما للمجوس أو بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام"[۱]

یعنی شرک کے معنی اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں غیر کو شریک جاننا یا غیر کو معبود و مستحق عبادت سمجھنا جیسا کہ مجوسین اور بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔

یاد رکھو کہ یہ شرک جلی ظاہر ہے اور خدائی صفت کو غیر خدا میں ماننا شرک خفی ہے، جس سے عمل کا ثواب باطل ہو جاتا ہے۔شرک خاص ہے اور کفر عام ہے کفر ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار ہے عام ازیں کہ الوہیت سے انکار ہو یا رسالت سے یا قیامت سے یا دیگر ضروریات دین سے۔اور مشرک الوہیت یا استحقاق عبادت غیر کے لیے ثابت کرنا اور محض اشتراک لفظی سے شرک ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا.[۲] باوجود یہ کہ قرآن شریف میں اللہ کی صفت ہے: "**هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ**" یعنی اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ہے پھر بھی انسان کو سمیع وبصیر فرمایا یہ ہرگز شرک نہیں اس لیے کہ انسان کو جو سمیع وبصیر فرمایا ہے یہ سمیع وبصیر بعطائے الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر اپنے ذات سے بے عطائے غیر ہے۔لہٰذا شرک نہیں اسی طرح سید عالم ﷺ کو رؤف ورحیم فرمایا حالاں کہ رؤف ورحیم یہ دونوں اسم اسمائے الٰہیہ سے ہیں اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے

(۱) شرح العقائد النسفی، ص:۹٤.
(۲) القرآن الكريم، الآية:۲، الدهر: ۷٦، پاره: ۲۹.

لیے ایک ذرہ بھر قدرت یا علم یا کوئی صفت بذات خاص بے عطائے الٰہی ماننا شرک ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی عطا سے ثابت کرنا ہے تو ہرگز شرک نہیں اگر یہ تفرقہ نہ کیا جائے تو بات بات میں آدمی مشرک ہو جائے۔

مثلاً یہ کہے کہ میں دیکھتا ہوں، تو شرک۔ سنتا ہوں، تو شرک۔ موجود ہوں، تو شرک۔ غذا نے قوت دی، شرک۔ پانی نے پیاس بجھائی، شرک۔ دوا سے شفا بخشی، شرک۔ فلاں نے نفع پہنچایا، شرک۔ غرض کوئی بات شرک سے خالی نہیں، حالاں کہ شرک اسی وقت ہوگا جب کوئی صفت کسی میں بے عطائے غیر ذاتی مانے اگر مستقل بالذات نہیں جانتا، اللہ کی عطا سے کسی میں کوئی کمال ثابت کرتا ہے تو ایسا شخص مشرک نہیں بلکہ موحد ہے۔ قرآن شریف میں ایسی نسبتیں بکثرت ہیں ہر شخص جانتا ہے کہ حاکم حقیقی اللہ ہی ہے۔

"لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا.[۱] اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ.[۲]"

لیکن ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاکم قرار دیا اور فرمایا:

"حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ"[۳] یعنی یہاں تک کہ آپ کو حاکم بنائیں اپنے نزاعوں میں اسی طرح جلانے والا اور مارنے والا اللہ ہی ہے۔ "يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ"، لیکن حضرت ملک الموت علیہ السلام کی طرف جان لینے کی نسبت فرمائی۔

"قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ"[۴] ایسا ہی شافی حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ "وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ"[۵] مگر مجازاً غیر خدا کی طرف بھی نسبت ہوتی ہے حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا:

---

(۱) القرآن الکریم، الآیة:۲٦، الکهف:۱۸، پاره:۱۵.
(۲) القرآن الکریم، الآیة:۵۷، الانعام: ٦، پاره:۷.
(۳) القرآن الکریم، الآیة:٦۵، النساء:٤، پاره:۵.
(۴) القرآن الکریم، الآیة:۱۱، السجده:۳۲، پاره:۲۱.
(۵) القرآن الکریم، الآیة: ۸۰، الشعراء: ۲٦، پاره: ۲۰.

''وَ اُبۡرِئُ الۡاَکۡمَہَ وَ الۡاَبۡرَصَ وَ اُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ''[۱] یوں ہی اولاد دینا خدا ہی کی صفت ہے۔ ''یَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ. اَوۡ یُزَوِّجُہُمۡ ذُکۡرَانًا وَّ اِنَاثًا وَ یَجۡعَلُ مَنۡ یَّشَآءُ عَقِیۡمًا. ''[۲]

اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سب لڑکے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکا اور لڑکی دونوں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے باوجود اس اختصاص کے مجازاً حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: ''انما انا رسول ربک لاھب لک غلمازکیّا. ''[۳] تاکہ دوں میں تجھ کو ستھرا بیٹا۔ اسی طرح سب کاموں کی تدبیر فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر بھی ملائکہ متعینہ کو ''فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا'' فرمایا یعنی قسم ہے ان فرشتوں کی جو عالم میں تدبیر امور کرتے ہیں تو اگر کوئی شخص اولیا اللہ سے مدد مانگے اور اللہ تعالیٰ ہی کو فاعل حقیقی جانے اس میں کچھ حرج نہیں؛ اس لیے کہ الفاظ مشترکہ کا اطلاق اللہ تعالیٰ اور عباد دونوں پر ہوتا ہے اور اگر ایسے الفاظ کا استعمال کسی صورت میں بھی جائز نہ ہو تو شیطان کو مضل کہنا اور پیغمبروں کو ہادی کہنا، مرشد کو مرشد کہنا سب مشرک ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ کے لیے وہ معنی لیے جائیں گے جو اس کے شایانِ شان ہے اور بندوں کے لیے وہ معنی لیے جائیں گے جو اس کے لائق ہے۔ درمختار میں ہے:

''جاز التسمية بعلی ورشيد من الأسماء المشتركة و يراد فی حقنا غير ما يراد فی حق الله تعالىٰ. ''[۴]

اللہ تعالیٰ ہمارا مولیٰ ہے انت مولانا اور نجدی علما مولانا کہنے سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ عزیزانِ من! اللہ تعالیٰ کے کمالات ذاتی ہیں کسی سے حاصل کیے ہوئے

(۱) القرآن الكريم، الآية: ٤٩، آلِ عمران: ٣، پاره: ٣.
(۲) القرآن الكريم، الآية: ٤٩، الشورىٰ: ٤٢، پاره: ٢٥.
(۳) القرآن الكريم، الآية: ١٩، مريم: ١٩، پاره: ١٦.
(۴) الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، فصل فی البيع، ج: ٩، ص: ٥٩٨.

نہیں ہیں۔ اگر معاذ اللہ صفات عطائی اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کی جائیں تو یہ شرک سے بھی بدتر ہوگا اس لیے کہ شرک اللہ کے برابر کسی کو ماننا ہے اور ایسا کہنے والے نے اللہ تعالیٰ سے بھی کسی کو بڑا جانا جس نے یہ صفت اور کمال اسے عطا کی۔

مسلمانو! غور کرو اور سمجھو کہ نسبت اور اسناد دو قسم کی ہوتی ہے حقیقی کہ مسند الیہ حقیقۃً مسند سے متصف ہو، اور مجازی کہ غیر متصف کو کسی علاقہ کے سبب منسوب کر دیں جیسے نہر کو جاری اور جالس سفینہ کو متحرک کہتے ہیں، حالاں کہ جاری پانی ہے اور متحرک کشتی ہے۔ پھر حقیقی کی بھی دو قسم ہے، ذاتی کہ خود اپنے ذات سے بے عطائے غیر ہو، اور عطائی کہ دوسرے نے اسے اس حقیقت سے متصف کر دیا ہو، خواہ دوسرا بھی اس وصف سے متصف ہو جیسے واسطہ فی الثبوت میں ہوتا ہے۔ یا نہیں جیسے واسطہ فی الاثبات میں ہے ان تمام قسموں کی اسناد تمام محاورات علما، عقلائے جہاں اور ہر اہل مذہب وملت میں اور قرآن عظیم میں شائع و ذائع ہیں۔ انسان عالم کو عالم کہتے ہیں قرآن مجید میں بھی جا بجا ''أُولُوا الْعِلْمِ'' اور ''عُلَمٰٓؤُا بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ'' انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت لفظ ''علیم'' وارد ہے یہ حقیقت عطائیہ ہے یعنی بعطاے الٰہی وہ حقیقت علم سے متصف ہیں اور حضرت عزت جل جلالہ نے اپنی ذات کو بھی علیم فرمایا ہے یہ حقیقت ذاتیہ ہے کہ وہ بغیر کسی کے عطا سے خود اپنی ذات سے عالم ہے۔ جاہل وہ شخص ہے جو ان اطلاقات میں فرق نہ کرے وہابیہ کے مسائل شرکیہ استعانت و استمداد و علم غیب وتصرفات و ندا وسماع فریاد وغیرہا اسی فرق نہ کرنے پر مبنی ہیں۔ آدمی اگر عقل و ہوش سے کچھ بھی بہرہ رکھتا ہو تو غیر ذاتی اور عطائی کا لفظ آتے ہی شرک کا خاتمہ سمجھ سکتا ہے کہ جب بعطائے الٰہی مانا تو شرک کے کیا معنی؟

کسی مجنوں سے کہا جائے کہ صفات خلق بعطاے الٰہی ہیں اور جو بعطا ہو وہ صفات الٰہی نہیں، تو اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا ثبوت بھی درست نہ ہوگا، نہ خاص صفت لازمہ الوہیت کہ شرک ثابت ہو یہ تو باللہ صفت لازمہ عبدیت ہوئی کہ بعطائے غیر کسی صفت کا

حصول تو بندہ ہی کے لیے مقبول تو کسی کے لیے اس کا اثبات صراحۃً عبدیت کا اثبات ہوگا نہ کہ معاذ اللہ الوہیت کا بھی۔ ایک جملہ تمام شرکیات وہابیہ کی کیفر چشانی کے لیے بس ہے۔ سنیو! سن لو علم الٰہی ذاتی ہے اور علم خلق عطائی وہ واجب یہ ممکن وہ قدیم یہ حادث وہ غیر مخلوق یہ مخلوق وہ ضروری البقا یہ جائز الفنا وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدل ان عظیم تفرقوں کے بعد احتمال شرک کا کیوں کر ہوسکتا ہے۔ ہاں بصیرت کے اندھے جو چاہیں بکیں۔

عزیزان من! کسی وہابی سے دریافت کیا جائے کہ کام کی تعبیر کرنے والا کون ہے تو اللہ ہی کو بتائے گا دوسرے کا نام نہ لے گا اور خود ذات کریم اس صفت کو اپنے مقبول بندوں کے لیے ثابت فرما رہا ہے کہ قسم ان محبوبان خدا کی جو عالم میں تدبر و تصرف کرتے ہیں۔ ایمان سے کہنا کہ وہابیت دھرم پر قرآن عظیم شرک سے کیوں کر بچا۔ اے نجدیوں کے سنگت والو! جب تک ذاتی اور عطائی کے فرق پر ایمان نہ لاؤ گے کبھی قرآن وحدیث کے قہروں سے پناہ نہ پاؤ گے اور اس پر ایمان لاتے ہی تمہارے شرکیات کی راگ ختم ہو جائے گی۔

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختار کل ہیں

سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال کنتُ ابیتُ مع رسول الله ﷺ فأتیه بوَضوئه وحاجته، فقال لی سل ولفظ الطبرانی فقال یوما یاربیعة سلنی فاعطیت (رجعنا إلی لفظ مسلم) فقلت: اسئلك مرافقتك فی الجنة قال: أو غیر ذلك قلت: هو ذلك قال فأعنی علی نفسك بکثرة السجود.(۱)

مسلم، سنن، ابوداؤد، ابن ماجہ، معجم کبیر، طبرانی راوی کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رات کو حاضر رہتا ایک شب حضور کے لیے آب وضو وغیرہ ضروریات حاضر لایا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بحر رحمت جوش میں آیا ارشاد فرمایا مانگ کہ ہم تجھے عطا فرمائیں گے میں نے عرض کیا حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں اور کچھ؟ میں نے عرض کیا کہ میری یہی مراد ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے یہ حدیث صحیح اپنے ہر ہر جملہ سے وہابیت کش ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلا قید اور بلا تخصیص ارشاد فرمانا "سل" مانگ جو چاہے شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی "اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ" میں فرماتے ہیں:

"از اطلاق سوال کہ فرمود "سل" بخواہ تخصیص نکر بمطلوبے خاص معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامتِ اوست صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرچہ خواہد ہر کرخواہد باذن پروردگار خود بدہد۔"(۲)

---

(۱) صحیح لمسلم، کتاب الصلاة، باب فضل السجود والحث علیه، ج:۱، ص: ۱۹۳.

(۲) اشعة اللمعات، جلد اول، ص:۳۹٦.

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

"یوخذ من إطلاقه ﷺ الأمر بالسوال أن الله مكنه من إعطاء كل ما أراد من خزائن الحق "(۱)

یعنی حضور اقدس ﷺ نے مانگنے کا حکم دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو عام قدرت بخشی ہے کہ خدا کے خزانوں سے جو کچھ چاہیں عطا فرمائیں حضور کے ارشاد پر حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ حضور سے جنت مانگتے ہیں اس پر حضور نے فرمایا بھی اور کچھ؟ سائل نے کہا کہ میری تمنا بس یہی ہے حضور نے فرمایا تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی، سید عالم ﷺ نے فرمایا: سو رہا تھا کہ تمام خزائن زمین کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔ اسی واسطے صحیح حدیث میں فرمایا:

"انما انا قاسم والله يعطى "(۲)

بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔

ہے سنا جب سے انا قاسم والله يعطى
ہاتھ میں کاسۂ ارمان لیے بیٹھا ہوں

قال رسول الله ﷺ من بكّر يوم السبت في طلب حاجة فاناضامن بقضائها.(۳)

جو شنبہ کو دن سویرے کسی حاجت کی طلب میں جائے تو اس کی حاجت روائی کا میں ذمہ دار ہوں۔ (رواہ ابونعیم عن جابر رضی اللہ عنہ)

---

(۱) مرقاة المفاتيح، باب السجود وفضله، ج:۲، ص:۷۲۳، دار الفكر، بيروت.
(۲) صحيح البخارى، كتاب الجهاد، باب قول الله تعالىٰ فان لله خمسه وللرّسول، ج:۱، ص:۴۳۹.
(۳) كنز العمال، حرف الزاء، ج:۶، ص:۱۳۲.

فیضانِ رحمت

عن جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لایرحم اللہُ من لا یرحمُ الناسَ.(۱)

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی، سید عالم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتا جو آدمیوں پر رحم نہ کرے۔

دوسری حدیث میں ہے:

الراحمون یرحمھم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء.(۲)

رحمت کرنے والے پر رحمٰن تبارک وتعالیٰ رحم فرماتا ہے لوگو رحم کرو زمین والوں پر اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا۔

یہ حدیث عجیب وغریب ہے علمائے کرام کو یہ حدیث مسلسل بالاولیہ پہنچی ہے یعنی حضور اقدس ﷺ سے مجھ تک یہ حدیث مسلسل بالاولیہ ہے یعنی میں نے سب سے پہلی حدیث جو روایۃً اپنے استاد صاحب سلسلہ سے سنی یہ حدیث ہے اور انھوں نے اپنے استاد سے پہلی حدیث جو روایت کی یہی حدیث ہے اور انھوں نے بھی اپنے استاذ سے پہلی حدیث جو سنی یہی حدیث ہے اور اسی طرح حضور اقدس ﷺ تک سلسلہ وار سب نے پہلی حدیث یہی سماعت کی۔ "التفصیل فی النور والبھاء فی اسانید الحدیث و سلاسل الاولیاء" مصنفہ: حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری، سجادہ نشین سرکار برکاتیہ مارہرہ شریف۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الرد علی الجھمیۃ وغیرھم التوحید، باب: قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن ... ج:۲، ص:۱۰۹۷.

(۲) جامع الترمذی، ابواب البر والصلۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی رحمۃ الناس، ج:۲، ص:۱٤.

حدیث ہشتم ۸

کامل مومن کی پہچان

عن صهيب رضى الله عنه قال، قال رسول الله ﷺ عجبًا لامر المومن ان امره كله له خير وليس ذٰلك لاحدٍ الا لمومن، ان اصابته سرّاء شكر، فكان خير اله، وإن اصابَتْهُ ضَرَّاءَ صَبَرَ، فكان خيرًا له.(۱)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی، سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ مومن کا حال عجیب ہے بے شک اس کے تمام احوال بہتر ہیں اور یہ کسی کو میسر نہیں سوائے مومن کے اگر اس کو خوشی پہنچے تو شکر گزار ہو، پس یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اس کو ضرر پہنچے تو صبر کرتا ہے پس یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

فائدہ:– اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان خوشی اور غمی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے، یہ مسلمان کی بڑی پہچان ہے۔

عزیزانِ من! مسلمانِ حقیقی وہ ہے جو اپنے ایمان کی حفاظت کرے اور سمجھے کہ ایمان ہے تو سب کچھ ہے، ایمان نہیں تو کچھ نہیں، دینی و دنیوی صلاح و فلاح کا دار و مدار ایمان پر ہے۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

”تفترق امتى على ثلاثة وسبعين ملةً كلهم فى النار الا ملة واحدة قالوا: من هى يا رسول الله! قال: ما انا عليه واصحابى“(۲)

اس امت کے کلمہ پڑھنے والے تہتر فرقے ہو جائیں گے، سب جہنمی ہوں گے

(۱) مشكاة المصابيح، باب التوكل والصبر، الفصل الاول، ص:۴۵۲.

(۲) جامع الترمذى، ابواب الإيمان، باب افتراق هذه الامة، ج:۲، ص:۸۹.

سوائے ایک کے۔ صحابہ نے کہا وہ جنتی گروہ کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا: جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگا یعنی گروہ اہل سنت و جماعت۔

دوسری حدیث میں ہے:

"علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهدين تمسكوا بهاو عضوا عليها بالنواجذ"(۱)

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

"دریں جامرا داز افتراق امت بحیثیت عقائد ست پس منشاء دخول نارہما عقائد کہ درانہا افتراق باشد شدہ۔"

خلاصہ یہ کہ اتباع ما انا علیه واصحابی موجب نجات ہے اور ان کا متبع ناجی اور منحرف ناری ہے۔ اسی حدیث مبارک سے اہل سنت و جماعت کا لفظ ماخوذ ہوا۔

محبان من! مسلمانوں کے نزدیک ایمان سب سے زیادہ عزیز اور قیمتی چیز ہے اور کیوں نہ ہو اس پر کہ ایمان کے صحیح ہونے پر تمام نیکیوں کے قبول ہونے کا دار و مدار ہے، بے ایمانوں کے لیے خداوند کریم کا فرمان ہے:

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ "(۲)

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کا کیا دھرا سب اکارت ہے۔

"اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ الاية"(۳)

ان کے اعمال سراب ہیں دیکھنے میں پانی اور حقیقت میں ریت جس سے کچھ پیاس نہ بجھ سکے یادرکھو جب تک ایمان صحیح نہ ہوگا نجات ناممکن ہے۔ قرآن کہتا ہے:

"وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا هُمْ

(۱) سنن أبي داؤد، كتاب السنة، باب فى لزوم السنة، ج:۲، ص:٦٣٥.
(۲) القرآن الكريم، الآية:۲۱، آلِ عمران:۳، پارہ:۳.
(۳) القرآن الكريم، الآية:۳۹، النور، پارہ:۱۸.

بِمُؤْمِنِیْنَ "(۱)

ایمان وتوحید کے دعویٰ پر بھی ایمان سے کورے رہے۔آ گے فرماتا ہے:

"یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ مَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ "(۲)

یعنی فریب دیا چاہتے ہیں اللہ اور مسلمانوں کو اور درحقیقت فریب نہیں دیتے ہیں مگر اپنے آپ کو اور انھیں شعور نہیں۔

یعنی باوجود اقرار توحید و قیامت جیسے بنیادی اصول کے ماننے کے بھی یہ منافقین بے دین لوگ خدا کے نزدیک مسلمان نہ ٹھہرے۔الغرض ایسی آیات بکثرت ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جن کا عقیدہ خراب ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہرگز وہ مسلمان مومن نہیں خواہ کلمہ گو ہوں یا اہل قبلہ، مبلغ ہوں یا مصلح عالم ہوں یا مفتی، کسے باشد۔

(۱) القرآن الکریم، الآیۃ:۸، البقرۃ:۲، پارہ:۱.
(۲) القرآن الکریم، الآیۃ:۹، البقرۃ:۲، پارہ:۱.

فضائل ومسائل درود

قال رسول الله ﷺ من صلى علىّ صلاةً واحدة صلى الله عليه عشر صلوات وخُطت عنه عشر خطيئات ورفعت له عشر درجات.(۱)

یعنی فرمایا سید الکل اصل الکل عین الکل ﷺ نے کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اس پر اللہ کی دس رحمتیں نازل ہوں گی اور اس کے دس گناہ معاف کیے جائیں گے، اور دس درجے بلند ہوں گے۔

کتاب الحلیہ میں ہے کہ اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا"(۲)

اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا وہ ارشاد ہے اور نجدی مولوی کہتا ہے کہ کسی کا نام جپنا شرک ہے اور غلامانِ مصطفیٰ ﷺ درود شریف پڑھنے میں صد ہا بار نام جپتا ہے۔ تفویت الایمان کے ماننے والو! تم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم اور ارشاد کو مانوگے یا اپنے امام کی بات مانوگے۔ یہ درود شریف پڑھنے کے متعلق اللہ و رسول جل جلالہ و ﷺ کا ارشاد سن لیا، اب سید عالم ﷺ کا ارشاد لکھنے کے متعلق سنیے، سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

---

(۱) سنن النسائی، کتاب الصلاة، باب الفضل فی الصلاة علی النبی ﷺ، ج:۱، ص:۱۴۴.

(۲) القرآن الکریم، الآیة:۵۶، الاحزاب:۳۳، پاره:۲۲.

"من صلی علیّ فی کتاب لم تزل الملئکة تستغفرله مادام اسمی فی ذٰلك الکتاب"(۱)

جس شخص نے اپنی تحریر میں لکھا ﷺ فرشتے ہمیشہ اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک وہ درود شریف اس کتاب میں ہے۔

فائدہ: — موجودہ وقت عوام تو عوام خواص بھی ﷺ کی جگہ "صلعم" یا صرف (ﷺ) یا "صللم" اور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جگہ (عم) لکھ کر ایک انگشت کاغذ یا ایک سیکنڈ وقت بچاتے ہیں، وہ عظیم الشان برکات سے محروم رہتے ہیں۔

علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں تحریر فرماتے ہیں اور فتاویٰ خانیہ سے نقل فرماتے ہیں:

"من کتب علیه السلام بالهمزة والمیم یکفر؛ لانه تخفیف وتخفیف الانبیاء کفر"(۲)

جس نے انبیاے کرام کے نام پاک کے ساتھ علیہ السلام کے عوض ہمزہ اور میم لکھا وہ کافر ہو گیا اس لیے کہ یہ تخفیف کفر ہے۔

فقیر مؤلف کہتا ہے کہ یہ حضرات اگرچہ ہلکا کرنے کی نیت سے نہیں کرتے ہیں بلکہ صرف کاہلی اور لاعلمی کی وجہ سے اسی لیے کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے گا۔ لیکن بدقسمتی اور بے برکتی میں شک نہیں اب درود شریف پڑھنے کے متعلق فقہی مسئلہ بھی سن لیجیے۔ تمام عمر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے اگر ایک مجلس میں سو بار نام نامی آئے تو اول مرتبہ واجب ہے بعدہ ہر مرتبہ مستحب لیکن مختار مذہب یہ ہے کہ ہر بار واجب ہے۔ جیسا "طحطاوی" وغیرہ میں ہے اور جمہور فقہا علما اسی پر ہیں، لیکن قرأت قرآن وخطبہ کے وقت

---

(۱) کنز العمال، ج:۱، ص:۷۸۲، الباب السادس فی الصلوٰۃ علیه وعلیٰ آله علیه الصلاة والسلام. (موسسة الرسالة بیروت)

(۲) حاشیة الطحطاوی علیٰ الدر المختار، مقدمة الکتاب، ج:۱، ص:٦.

درود بالجہر مکروہ ہے۔

فقہ کا دوسرا مسئلہ بھی سن لیجیے: آیت سجدہ ایک مجلس میں دو تین بار پڑھی یا سنی جائے تو ایک ہی سجدہ کافی ہے، لیکن دردمندوں کے طبیب ﷺ کا نام نامی اسم گرامی جتنی بار سنے ہر مرتبہ بقول جمہور درود شریف پڑھنا واجب ہے صلی اللہ علی النبی الامی والہ وصحبہ وسلم سید عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ عام لوگوں کے درود مجھ کو فرشتے پہنچاتے ہیں اور محبوبوں کے درود کو میں خود سنتا ہوں۔

سرکار دو عالم ﷺ کے در بانوں کی قوت شنوائی پر یقین کیجیے۔ امام بخاری نے کتاب التاریخ اور طبرانی وغیرہ نے روایت کی سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام جہان کی باتیں سننے کی قوت دی ہے وہ میری قبر پر حاضر ہے قیامت تک جو شخص مجھ پر درود پڑھے گا وہ فرشتہ عرض بیگی کی طرح میری خدمت میں پیش کرتا ہے۔

علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ اور علامہ عبد الرؤف مناوی شرح جامع صغیر میں "اعطاء اسماع الخلائق" کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ کو ایسی قوت دی ہے کہ انسان، جن وغیرہ تمام مخلوق الٰہی کے زبان سے جو نکلے اسے سب کے سننے کی طاقت ہے چاہے کہیں کی آواز ہو باوجود یہ کہ سرکار دو عالم ﷺ خود سنتے ہیں مگر حضرت عزت جل شانہ نے حضور کی شان وشوکت کا اظہار اس طرح فرمایا ہے۔ یہ بعینہٖ اسی طرح ہے کہ خود خداوند جل جلالہ وحدہ لاشریک لہ علیم بذات الصدور ہے مگر ہر کام پر فرشتے مقرر ہیں اور فرشتوں سے جان کر دریافت فرماتا ہے کہ میرے بندوں کا حال بولو کہ تم نے انھیں کس حال میں چھوڑا۔

ہر کس بقدر خویش بجاے رسیدہ اند
آنجا کہ جاے نیست تو آنجا رسیدہ

سید عالم ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے دن مجھ سے سب سے قریب تر اور عمدہ آدمی وہ ہوگا، جو مجھ پر بکثرت درود پڑھتا ہے۔

حدیث دہم (۱۰)

مہمان نوازی کے طریقے اور اس کے برکات

عن ابی شریح الخزاعی رضی الله عنه أن النبی ﷺ قال: من كان يومن بالله واليوم الأخر، فليكرم ضيفه، ومن كان يومن بالله واليوم الأخر، فليقل خيرًا وليسكت.(۱)

حضرت شریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے مروی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ نیک بات کرے ورنہ خاموش رہے۔

فائدہ:- مہمان نوازی بہت عمدہ کام ہے مہمان کے آنے پر غمگین نہ ہونا چاہیے کہ ان کو کھلانا پلانا پڑے گا بلکہ خوش ہونا چاہیے اس لیے کہ مہمان کا آنا موجب رحمت الٰہی ہے، حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

شکر خدا آر کہ مہمان تو
روزی خود می خورد از خوانِ تو
مہمان روزی خودی خورد
پس گناہِ میزبان را می برد

پس میزبان کو مہمان کے نزدیک بیٹھنا چاہیے، میٹھی میٹھی باتیں کرنی چاہیے، ایسی باتیں کی جائیں کہ کسی کا نقصان نہ ہو، اور آپس میں تفرقہ اور اختلاف کا موجب نہ ہو، اور خلوص سے کھلائے اور زیادہ تکلف تکلیف سے کام نہ لے تاکہ سہولت ہو۔

(۱) الصحيح المسلم، كتاب الايمان، باب الحث علىٰ اكرام الجار والضيف ولزوم الصمت الاعن الخير وكون ذٰلك كله من الايمان، ج:۱، ص:۵.

رضا برضائے الٰہی

عن سعد رضی الله عنه قال، قال رسول الله ﷺ: من سعادة ابن أدم رضاه بما قضى الله له، ومن شقاوة ابن أدم تركه استخارة الله، ومن شقاوة ابن أدم سخطه بما قضى الله له. (١)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کی سعادت سے ہے اس کا راضی ہونا اس پر جو اللہ نے اس کے لیے مقدر فرمایا ہے، اور آدمی کی بدبختی سے ہے اس کا اللہ سے طلب خیر ترک کرنا ہے، اور انسان کی بدبختی سے ہے اس کا راضی نہ ہونا اس چیز کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر فرمایا ہے۔

فائدہ:- معلوم ہوا کہ بندہ کو راضی بقضائے الٰہی رہنا اور اللہ سے طلب خیر کرنا چاہیے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر کیا ہے اس سے ناراض نہ ہونا چاہیے۔

---

(١) جامع الترمذی، ابواب القدر عن رسول الله ﷺ باب ماجاء فی الرضاء فی القضاء، ج:٢، ص:٣٧.

حقوق زوجین

عن ام سلمة رضی الله عنها قالت، قال رسول الله ﷺ: ایما امرأة ماتت و زوجها عنها راضٍ، دخلت الجنة.(۱)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہے، وہ جنت میں داخل ہوگی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی:

ان رسول الله علیه وسلم، قال: اربع من اعطیهن فقد اعطی خیر الدنیا والاخرة: قلب شاکر، ولسان ذاکر، و بدن علی البلاء صابر، وزوجة لاتبغیه خوفا فی نفسها ولا ماله.(۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا چار چیزیں ہیں جو ان سے سرفراز ہوا وہ دنیا و آخرت کی بھلائی دیا گیا۔ ایک شکر گزار دل، دوسری ذکر الٰہی کرنے والی زبان، تیسری بلا پر صبر کرنے والا بدن، چوتھی وہ بیوی جو اپنے شوہر کی خیانت نہ چاہے نہ اپنی ذات میں، نہ مال میں۔

تیسری حدیث ہے:

عن حکیم بن معاویة القشیری عن ابیه قال، قلت یا رسول الله: ما حق زوجة احدنا علیه قال: ان تطعمها اذا طعمت،

---

(۱) جامع الترمذی، ابواب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأة، ج:۱، ص:۱۳۸.

(۲) شعب الایمان للبیهقی، تعدید نعم الله عزوجل وما یجب من، ج:٦، ص: ٢٤٦.

وتکسوھا اذا اکتسبت، ولا تضرب الوجه، ولا تقبح، ولا تھجر إلا فی البیت (الحدیث) (١)

حضرت حکیم بن معاویہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہماری بیوی کا حق ہم پر کیا ہے، فرمایا اس کو کھلاؤ جب تم کھاؤ، اس کو پہنانا جب تو پہنے، اور چہرے پر نہ مارنا، اور نہ برا کہنا، اور نہ جدائی کرنا مگر گھر میں (یعنی کھانے پینے میں اپنی حیثیت کے مطابق کرنا۔)

فائدہ:- مطلب یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے تادیب کی ضرورت پڑے تو بدزبانی نہ کرے، گالیاں نہ دے اور اگر کسی وجہ سے جدائی کرنا منظور ہو تو ایسا نہ کرے کہ گھر ہی کو چھوڑ دے کہ خلاف مصلحت ہے۔ عزیزانِ ملت! سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو تمہاری دنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں، خوشبو، عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ حاکم اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، سید عالم ﷺ نے فرمایا:

حبب الی من الدنیا النساء والطیب وجعلت قرة عینی فی الصلاة.(٢) و رواه الامام احمد عن عائشة نحوه واسناده صحیح وقد روی ھذا الحدیث من طرق اخری یقوی بعضھا بعضا فھو صحیح الا ان اکثر الحفاظ علی انه لیس فیه لفظ ثلاث.

---

(١) سنن ابی داؤد، کتاب النکاح باب فی حق المرأة علی زوجھا، ج:١، ص:٢٩١.

(٢) سنن النسائی، کتاب عشرةِ النساء، باب حب النساء، ج:٢، ص:٧٧.

حدیث سیزدہم (۱۳)

سرکارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسمِ بے سایہ

عن ذکوان ان رسول الله ﷺ لم یکن یریٰ له ظل فی شمس و لا قمر و لا اثر قضاء حاجته.(۱)

ذکوان رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ آفتاب میں نہ ماہتاب میں اور قضاے حاجت کا کوئی اثر دیکھا گیا۔

فائدہ:- بے شک حضور اقدس ﷺ کا سایہ نہ تھا اور یہ امر حدیث سے بطریق تواتر اور اقوال علما سے ثابت ہے، مثل محدث حافظ رزین، وعلامہ ابن سبع، وعلامہ قاضی عیاض علیہم الرحمہ۔ نیز اصحاب سیرت شامی، وسیرت حلبی، و امام قسطلانی، صاحب مذاہب لدنیہ وغیرہم نے اس کی تصریح فرمائی۔ علامہ ابن سبع نے فرمایا: "اس لیے کہ حضور سراپا نور ہیں" امام رزین نے فرمایا: "حضور انور ﷺ کا نور آفتاب و ماہتاب کے نور پر غالب ہے۔" قاضی عیاض نے فرمایا: "کہ یہ ولایت نبوت وآیات رسالت سے ہے۔" سیرت شامی میں ہے: "کہ امام ترمذی نے فرمایا اس میں حکمت یہ تھی کہ کوئی کافر سایہ اقدس پر پاؤں نہ رکھے۔" امام نسفی تفسیر مدارک میں زیر قولہ تعالیٰ:

لو لا اذ سمعتموه ظن المومنون والمومنات بانفسهم خيرا.

فرماتے ہیں حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ سید عالم ﷺ سے عرض کی کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور کا سایہ زمین پر نہ ڈالا کہ کوئی شخص اس پر پاؤں رکھے۔(۲)

(۱) الخصائص الکبریٰ، ذکر المعجزات والخصائص فی خلقه، ج:۱ ص:۱۲۲

(۲) مدارك التنزيل. عبارت یہ ہے: قال عثمان إن الله ما أوقع ظلك على الأرض لئلا يضع إنسان قدمه علىٰ ذٰلك الظل.

امام ابن حجر مکی نے افضل القریٰ میں فرمایا: انبیا علیہم الصلاۃ والسلام فضائل میں سرکار دوعالم ﷺ کے برابر نہ ہوئے۔ سید عالم ﷺ کی چمک اور رفعت ان کے حضور تک پہنچنے سے مانع ہوئی یہ معنیٰ اس لیے لیے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب و دردمندوں کے طبیب کو نور فرمایا: "قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ"(١)

کونین میں ممکن نہیں ان کا ہم سر
مبعوث ہوئے گرچہ بہت پیغمبر
بے مثلی یہ کافی ہے پئے حجت منکر
معدوم رہا سایۂ جسم اطہر

ایک فلسفی بول اٹھا یہ ممکن ہے کہ جسم ہو اور اس کا سایہ نہ ہو جب جسم ہوگا تو سایہ ہونا ضروری ہے جب سید عالم ﷺ کا جسم ہونا مسلم ہے تو سایہ نہ ہونا محال ہے۔ فلسفی اگر جسم ہونا اور اسی بنا پر سایہ ہونا مانتا ہے تو سائنس نے مانا ہے کہ سورج اور چاند جسم ہیں بلکہ جسم والوں کی اس میں آبادی ہے مگر سورج اور چاند کا کوئی سائنس داں سایہ نہیں ثابت کرسکتا ہے۔ اعتراض تو اسی قدر سے ختم ہوجاتا ہے پھر بھی توضیح کے لیے فلسفی سے گزارش ہے کہ آپ لوگوں نے صرف عقل کو پیشوا بنا کر یہ ٹھوکر کھائی ہے کہ میرا بھی جسم ہے اور سرکار دوعالم ﷺ کا بھی جسم تھا تو سایہ ہونا ضروری ہے۔ فلسفی کا فرض تھا کہ اپنی عقلی مدرکات کا ارشاد خدا اور رسول کے مطابق قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھتے نہ کہ معاذ اللہ صرف عقل کی پیروی کر کے اللہ و رسول کے اقوال کو پیٹھ دکھاتے، دنیا میں گمراہی اسی وجہ سے پھیلی ہے کہ انبیاے کرام و اولیاے عظام کے ساتھ برابری کا دعویٰ کر کے معترض ہوجاتے ہیں بے دینوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ ان میں اور مقبولان خدا میں کتنا فرق ہے۔ حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جملہ عالم زین سبب گمراہ شد
کم کسے زابدال حق اگاہ شد

---

(١) القرآن الكريم، الآية: ١٤، المائدة: ٥، پارہ: ٦.

ہم سری با انبیا بردا شتند
اولیا را ہم چو خود پند اشتند

اب جواب ایک اور بھی سن لیجیے! اگر خارج میں مادیات کے اندر کوئی جسم ایسا پیش کیا جائے جس کی جسمیت معترض کو مسلم ہو اور اس کے جسم کے ہر شش جہت یعنی چھوؤں کی طرف اوپر، نیچے، داہنے، بائیں، آگے، پیچھے بجلی کی روشنی سے احاطہ کرلیں اب جسم مادی باوجود یہ کہ اپنے طول وعرض کے ساتھ موجود ہے مگر سایہ جسم نابود، اسی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ سید عالم ﷺ سراپا نور ہیں: قال اللہ تعالیٰ: قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ یعنی آپ اللہ کے پاس سے تمہاری طرف نورِ منیر تشریف لائے جب حضور سراپا نور میں پھر سایہ کیوں کر ممکن۔ ع

سایہ کا سایہ نہ ہوتا نہ سایہ نور کا

امام بخاری وترمذی نے دعا نوری نقل فرمایا ہے:

"اللھم اجعل نورًا الخ"

الٰہی میرے لیے نور کر دے، آنکھوں میں نور کر دے، میری زبان میں نور کر دے، میرے بائیں نور کر، میرے داہنے نور کر، میرے آگے نور کر، میرے پیچھے نور کر، میرے اوپر نور کر، میرے اندر نور کر دے۔ اب منکرین سے پوچھنا چاہیے کہ سید عالم ﷺ کی یہ دعا تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمایا یا نہیں، اگر نہیں قبول فرمایا تو کسی صحیح حدیث سے ثابت کیجیے اور اگر ثابت نہ کرسکیں تو یقین کرنا چاہیے کہ سنیوں کا اعتقاد صحیح ہے کہ حضور پرنور ﷺ سراپا نور ہیں اور جب نور ہیں تو نور کا سایہ کہاں:

سب کا ایمان ہے ہیں وہ نورِ خدا
کیوں نہ ہو ان سے پھر سایہ جدا

عزیزانِ من! ارشاد خداوندی ہے:

"قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ"(۱)

---

(۱) القرآن الکریم، الآیۃ:۱۴، المائدۃ:۵، پارہ:۶.

یعنی تشریف لائے تمہارے پاس نور منیر اور آئی روشن کتاب۔ گویا فرمایا جاتا ہے کہ کتاب کے لیے تم کو روشنی کی ضرورت ہے، تاکہ اس روشنی میں اسے پڑھ کر فائدہ حاصل کرو۔ یعنی اگر اس نور منیر کی روشنی میں کتاب مبین پڑھو گے تو یقیناً نور و ہدایت یافتہ ہو گے اور اگر اس کو محض اپنی عقل کی دھندلی روشنی میں پڑھو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو نور فرمایا۔ اور سورہ نور میں فرمایا:

"اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ"(۱)

یعنی اللہ نور کے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ایک فانوس میں ہے، یعنی ایک شمع ہے جو اعلیٰ درجہ کے فانوس میں روشن ہے اور وہ فانوس ایک طاق میں رکھا ہوا ہے، حضرت شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ اور علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہما جواہر بحار میں فرماتے ہیں کہ حضرت عزت حق سبحانہ وتعالیٰ اس مثال سے ایک خاص مسئلہ بیان فرماتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں نور ثانی سے مراد تو مصطفیٰ ﷺ ہے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو آسمانوں اور زمین کا نور فرمایا پھر اس نور کی ایک تمثیل بیان فرمائی اور یہاں اضافت تشریفی و تخلیقی ہے یعنی اس نور کی مثال جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نورات سے بلا واسطہ و بلا تجزی پیدا فرمایا، یعنی نور محمدی، اب مسئلہ واضح ہو گیا کہ وہ سینہ فیض گنجینہ حضور پر نور ﷺ کا ہے اور وہ طاق جس میں وہ فانوس رکھا ہوا ہے وہ جسم اطہر محبوب باری ﷺ کا ہے۔

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

جب یہ ثابت ہو گیا تو بداہۃً یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ حضور پر نور کا سایہ نہ تھا۔ عزیزانِ من! اللہ تعالیٰ نے کس پیارے انداز میں پردہ پردہ میں اپنے محبوب کی تعریف و

(۱) القرآن الکریم، الآیۃ:۳۵، النور:۲٤، پارہ:۱۸.

توصیف فرمائی، پہلے اپنی تعریف میں فرمایا کہ اللہ آسمانوں اور زمین کا روشن کرنے والا ہے جس سے سماوات وارض کا چپہ چپہ جگمگا رہا ہے اس نور کے مثال سے جو آگے ارشاد ہوا معلوم ہوا کہ شمع نور الٰہی پر فانوس نور محمدی کا ہے اس سے ثابت ہوا کہ آسمان اور زمین کا کوئی چپہ، کوئی جگہ ایسی نہیں جو رنگ محمدی سے خالی ہو، نبی ﷺ نے فرمایا:

"اول ما خلق اللہ نوری وکل خلائق من نوری"(۱)

تو جہاں نورِ الٰہی ہے وہاں رنگ محمدی بھی ضرور ہے اسی کو حضرت مولانا جلال الدین رومی نے فرمایا اور کیا خوب فرمایا:

خوشتران باشد کہ سرّ دلبران
گفتہ آید در حدیث دیگران

ناظرین رسالہ ہذا! جب اللہ تعالیٰ آیۃ کریمہ "قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ" میں اپنے محبوب کی آمد کا ذکر فرماتا ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ میں بھی محض اختصار کے ساتھ ذکر ولادت باسعادت کردوں جب منظور باری تعالیٰ ہوا کہ اپنی خدائی ظاہر فرمائے اور صفات الٰہی متقاضی ہوئی میں خالق ہوں تو مخلوق بھی ہونا چاہیے، میں رزاق ہوں تو مرزوق بھی ہونا چاہیے، میں قادر ہوں تو مقدور بھی ہونا چاہیے، میں محب ہوں تو محبوب بھی ہونا چاہیے، حسن وجمال والا ہوں تو اس حسن وکمال کے دیکھنے کے لیے کوئی آئینہ بھی ہونا چاہیے، تو ارشاد ہوا "کن محمدا" یعنی اے پیارے محبوب! تم ہوجاؤ محمد۔ یہ پہلا میلاد ہے جس کا اظہار اللہ جل شانہ نے کیا:

وہ یوں حسن اپنا دکھائے ہوئے ہیں محمد کی صورت بنائے ہوئے ہیں
کسے کن کہا کون تھا کہنے والا یہ کس سے اشارے کنائے ہوئے ہیں
ہمیں جن کے دیدار کی تھی تمنا وہ آئے ہوئے ہیں وہ آئے ہوئے ہیں
نہ کیوں اپنی قسمت پہ ہو ناز مجھ کو مرے گھر وہ تشریف لائے ہوئے ہیں

(۱) مرقاۃ المفاتیح، باب الایمان بالقدر، ص:۳۸۷.

سمائے وہ نورٌ علیٰ نور ہوکر   قمر ہیں تجلی دکھائے ہوئے ہیں

محبوب خدا کا ظہور ہوتا ہے یعنی وجود ہوتا ہے اس وجود باوجود کے صدقے اور پرتو سے تمام مخلوقات موجود ہوتی ہے۔ مسلمانو! سید عالم ﷺ کے میلاد شریف کا پہلا تذکرہ ہے جو خود رب العزت نے کیا ہے اور ہم لوگ اس کا اتباع کرتے ہیں۔ صلی اللہ علی النبی الامی والہ اور مولف غفرلہ اظہارِ شوق ومحبت باین الفاظ کرتا ہے؟

جلوۂ احمد و محمود بہ ہرجا بینم   از ضیائش ہمہ عالم متجلّی بینم

پرتوِ حسنِ محمد دل و جانم افروخت   بخدا زیر قبا نور خدا را بینم

ہر طرف نورِ محمد بہ تجلیِ دگر   از زمین تابہ سر عرش معلیٰ بینم

ہمہ مخلوق ترا ختم رسل می گویند   من چہ گویم کہ ترازیں ہمہ بالا بینم

چوں احد گشت مشکل شدہ شکل احمد   میم خالیست کہ بر عارض زیبا بینم

شان حسنین بہ تجدید رخت شد روشن   من سراپائے نبی در قدِ بالا بینم

ایں ہمہ فیض خیالِ رُخِ پرنورِ نبی   کہ سراپائے قمر را متجلّی بینم

صلى الله على النبي الامی وأله وصحبه واوليا امته وعلماء ملته اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين.

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن عمرو بن اخطب الانصاری رضی الله عنه قال: صلی بنا رسولُ الله ﷺ يومًا الفجر، وصعد على المنبر، فخطبنا حتى حضرتِ الظهر نَزَلَ، فصلى ثم صعد المنبر فخطبنا حتى حضرت العصر، ثم نزل فصلى ثم صعد المنبر حتى غربت الشمس فاخبرنا بما هو كائن الى يوم القيمة، قال: فاعلمنا احفظنا.(۱)

حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی انھوں نے کہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن نماز فجر کی امامت فرمائی پھر منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے اور ظہر تک خطبہ دیا پھر نزول فرما کر ظہر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بیان فرمایا یہاں تک کہ وقت عصر کا ہوگیا تو حضور نے نزول فرما کر عصر کی نماز پڑھائی بعدہ منبر پر تشریف لے گئے مغرب تک بیان فرمایا تو روز قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے ان سب کی خبر دیدی تو ہم میں زیادہ عالم وہ شخص ہے جس نے زیادہ یاد رکھا۔

فائدہ:- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت تک ہونے والے تمام واقعات کو دن بھر میں بیان فرما دیا۔ نیز اس حدیث سے دو معجزہ حضور کے ثابت ہوئے۔ ایک تمام باتوں کا علم جو قیامت تک ہونے والا ہے، دوسرے ان کا صبح سے شام تک دن بھر میں بیان فرما دینا۔

محبان من! قیامت تک ہونے والے تمام واقعات جو ہم سے پوشیدہ ہیں ان غیبوں کا علم شان نبوت سے ہے نبوت کے معنی ہی غیب کا جاننا ہے:

---

(۱) مشكاة المصابيح، باب فی المعجزات، الفصل الثالث، ص:۵۴۳.

"النبوة هی الاطلاع علی الغیب"

امام قسطلانی مواہب الدنیہ میں رسول اللہ ﷺ کے اسم مبارک نبی کے بیان میں فرماتے ہیں:

"النبوة ماخوذة من النباء، وهو الخبر ای ان الله اطلعه علی الغیب "ملخصاً"(۱)

یعنی حضور اقدس ﷺ کو اس لیے نبی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو غیب کا علم دیا۔ اسی کتاب میں ہے صحابہ کرام میں مشہور تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو غیبوں کا علم دیا گیا تھا، تفسیر امام طبری اور درمنثور میں ہے، امام ابوبکر ابی شبیہ استاد امام بخاری و مسلم وغیرہ ائمہ محدثین سیدنا امام مجاہد تلمیذ خاص حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی اس کی تلاش تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے اس پر ایک منافق بولا محمد بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے محمد غیب کیا جانیں اس پر آیۂ کریمہ اتری:

"وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ. لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ" (۲)

اور اگر تم ان سے پوچھو تو بے شک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی کھیل رہے تھے تم فرما دو کہ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص رسولِ خدا کی غیب دانی کا منکر ہے بحکم خداوند عالم جل جلالہ کافر ہے اور حضور کے علم غیب کا انکار منافقین کا کام ہے۔ بعض منافقین اس

---

(۱) شرح الزرقانی، علی المواهب، الفصل الاول فی ذکر اسمائه، ج:٤، ص:٢٨٤، علیمیه بیروت.

(۲) القرآن الکریم، الآیة:٦٦،٦٥، التوبة:٩، پاره:١٠.

پر اعتراض کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سورۂ اعراف میں فرماتا ہے:

"وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ. وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ "(۱)

یعنی اے رسول آپ فرمادیں کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھ کو کوئی نقصان نہ پہنچتا۔

عزیزانِ من! سن لو آیاتِ قرآنیہ سب حق ہیں اور سب پر ایمان لانا فرض ایک حرف کے انکار سے بھی کفر لازم آتا ہے۔ خود ارشاد باری ہے:

"اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ "(۲)

کیا تم قرآن پاک کی بعض آیتوں پر ایمان لاتے ہو اور بعض سے انکار کرتے ہو۔

منکرین علم غیب کا انھیں آیتوں پر ایمان ہے جن میں علم غیب اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کیا ہے اور جن آیتوں سے نبی ﷺ اور اولیا و علما کے لیے ثابت ہوتا ہے ان سے انکار ہے اس انکار پر بھی ایمان کا دعویٰ ہے۔

"وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ "

برادرانِ اسلام! سنو اور سمجھو سورہ آلِ عمران میں ہے:

"مَاكَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ "(۳)

یعنی اللہ تعالیٰ تم کو اے عام لوگو غیب کی خبر پر مطلع نہیں فرماتا لیکن اپنے رسولوں میں سے برگزیدہ کرتا ہے جس کو چاہے۔ اور سورۂ جن میں ہے:

"عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا. اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ "(۴)

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر رسولوں سے جس

(۱) القرآن الكريم، الآية:۱۸۸، الاعراف: ۷، پاره:۹.

(۲) القرآن الكريم، الآية:۸۵، البقرة:۲، پاره:۱.

(۳) القرآن الكريم، الآية:۱۷۹، آلِ عمران: ۳، پاره:٤.

(۴) القرآن الكريم، الآية:۲۷،۲٦، الجن: ۷۲، پاره:۲۹.

کو پسند فرمالیتا ہے یوں ہی ارشاد باری ہے:

"وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ"(۱)

یعنی میرا محبوب غیب کی باتوں کے بتانے میں بخیل نہیں۔ اسی طرح سورہ آلِ عمران میں ہے:

"ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ"(۲)

یعنی یہ غیب کی باتوں کی آ گاہی جنھیں میں آپ کو وحی کرتا ہوں۔

پس معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔ کتاب الانوار اور بہتیرے مفسرین نے لکھا ہے علاوہ بریں قرآن حکیم میں اجتماع ضدین ہو نہیں سکتا، اس لیے علمائے کرام نے ان آیتوں میں تطبیق اس طرح دی ہے کہ جہاں نفی ہے وہاں علم ذاتی کی نفی ہے اور جہاں اثبات ہے وہاں عطائی علم کا بیان ہے تاکہ دونوں آیتوں کا مفہوم صحیح ہو جائے، اس لیے صحیح عقیدہ اہل سنت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا، پس جو شخص کہتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب نہ تھا وہ آیات مثبتہ سے انکار کرتا ہے اور منکرین قرآن کا حکم ظاہر ہے۔

عزیزانِ من! منکرین علم غیب کی قدیمی عادت ہے کہ دعویٰ کرتے وقت آسمان سے بھی زیادہ اڑان کرتے ہیں، اور دلیل لاتے وقت تحت الثریٰ تک پہنچ جاتے ہیں اور اگر کوئی مناظر پیچھا کرتا ہے تو چناں و چنیں کہہ کر دور بھاگتے ہیں جا بہ جا ایسی ہی نا تمام اٹکل بازیوں سے عوام کو دھوکا دیتے ہیں اس جماعت کی تحریر ملاحظہ فرمائیے:

مؤلف براہین قاطعہ مصدقہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں:

عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت کیا جائے بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں۔

---

(۱) القرآن الكريم، الآية: ٢٤، التكوير: ٨١، پاره: ٣٠.

(۲) القرآن الكريم، الآية: ٤٤، آلِ عمران: ٣، پاره: ٣.

پھر صفحہ ۸۱/ پر لکھا ہے:

”اعتقادیات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے نہ ظنیات صحاح کا۔“

ص:۸۷/ پر لکھا:

”جاؤ صحاح بھی معتبر نہیں۔

مؤلف غفرلہ کہتا ہے کہ منکرین سب مل جل کر اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ایک دلیل قطعی الثبوت قطعی الدلالت یا ایک حدیث متواترہ یقینی الافادۃ چھانٹ لائیں، جو ان کے مدعی پر نص ہو مگر ہم کہے دیتے ہیں کہ قیامت تک نہ لاسکیں گے اگر لائیں گے تو بے اصل حکایت۔ خود اسی براہین قاطعہ میں دو ہی سطر بعد اپنے مدعاے باطل کے سند میں لکھتے ہیں کہ خود فخر عالم ﷺ فرماتے ہیں:

”ما ادری ما یفعل بی و لا بکم. الحدیث“(۱)

نیز لکھا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، قطع نظر اس سے کہ یہ حدیث خود احاد ہے سلیم الحواس کو سند لانی تھی، تو یہ مضمون تو خود آیت میں تھا اور قطع نظر اس سے کہ اس آیت وحدیث کا مطلب کیا ہے، اور قطع نظر اس سے کہ یہ کس وقت کے ارشاد ہیں۔ اور قطع نظر اس سے کہ خود قرآن مجید اور احادیث صحیحہ صحیح بخاری ومسلم میں اس کا ناسخ موجود ہے کہ جب آیۃ کریمہ:

”لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ“(۲)

نازل ہوئی تاکہ بخش دے اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے سب اگلے اور پچھلے گناہ صحابہ کرام نے عرض کی:

”ھنیئا لك یا رسول اللہ بَیَّنَ اللہ لك ما یفعل بل فماذا یفعل“

یارسول اللہ! حضور کو مبارک ہو خدا کی قسم اللہ عزوجل نے تو صاف بیان دیا کہ

(۱) المستدرك على الصحيحين، ج:٤، ص:١٤٤، دار المعرفة بيروت.

(۲) القرآن الكريم، الآية:٢، الفتح: ٤٨، پاره:٢٦.

حضور کے ساتھ کیا کرے گا اور رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا اس پر یہ آیت اتری۔

"لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ (الیٰ قوله) فَوْزًا عَظِيْمًا"(۱)

تاکہ داخل کرے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اور ہمیشہ کے لیے مٹا دیئے گئے ان کے گناہ اور یہ اللہ کے یہاں بڑی کامیابی ہے۔ یہ آیات اور حدیثیں ایسوں کو سوجھتی ہی نہیں منافقوں کو تو محمد رسول اللہ ﷺ کے فضائل عظیمہ کثیرہ کی روشنی نے اندھا کر دیا ہے کہ ایک بے اصل قول سے استناد اور محقق دہلوی کی طرف اسناد: "وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" حالاں کہ محقق دہلوی اس کا صاف رد فرما رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو مدارج النبوۃ:

"این جا اشکالے می آرند کہ در بعض روایات آمدہ ست من بندہ ام نمی دانم آنچہ پس دیوار ست جوابش آن ست کہ ایں سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ۔"

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

"لا اصل له" یہ حکایت محض بے اصل ہے۔

امام ابن حجر مکی نے افضل القریٰ میں فرمایا:

"لم یعرف له سند" اس کی کوئی سند نہیں ہے۔

اب مؤلف براہین قاطعہ بولیں اسی منھ سے کہا تھا کہ اعتقادیات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے یہ صرف سنیوں کے لیے ہے اور آپ کے لیے آحاد ضعاف بلکہ لغویات خرافات تک کا اعتبار ہے۔ بعض منافقین کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ کو علم غیب دے دیا تو وہ غیب نہ رہا اس لیے کہ وہ تو معلوم ہو گیا؟ جواباً عرض ہے کہ علم کے مقابل جہل ہے اور غیب کے مقابل شہادت اللہ جل شانہ سے تو کوئی چیز غائب نہیں پھر بھی اپنی تعریف میں فرمایا عٰلِمُ الْغَيْبِ حالاں کہ اس ذات وحدہٗ لاشریک لہ کی شان ہے:

"وَلَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ"(۱)

---

(۱) القرآن الکریم، الآیة:۵، الفتح: ۴۸، پارہ:۲۶.

تو کوئی چیز اس کے لیے غیب کہاں اور وہ عالم الغیب کیوں کر کہا جاتا ہے؟ الغرض ان منافقوں کو اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا چاہیے کہ اس نے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کیوں عطا فرمایا، کیوں انھیں مطلع علی الغیوب کیا اصل یہ ہے کہ لفظ غیب دوسروں کے اعتبار سے کہا گیا ہے یعنی عام مخلوق کے اعتبار سے وہ غیب ہے ورنہ اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعتبار سے تو غیب نہیں بلکہ شہادت ہے:

فضل خدا سے غیب شہادت ہوا انھیں
اس پر شہادت آیت و وحی واثر کی ہے

نیز حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ شانہ نے فرمایا:

"وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ "(۲)

یعنی وہ نبی غیب کی باتوں کے بتانے میں بخیل نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ انھیں غیب دان فرمارہا ہے پھر بندے اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب دان یا عالم غیب یا مطلع علی الغیب کہیں تو یہ قرآن شریف کا اتباع ہوا یا کسی نئی بات کا اختراع۔ جب آیۂ کریمہ:

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ "(۳)

نازل ہوئی تو عالم کا کوئی ذرہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے باہر نہ رہا سب کا علم دے دیا گیا اس کو شرک سے اصلا علاقہ نہیں؛ اس لیے کہ علماے اہل سنت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیب دانی میں آسمان و زمین کا فرق بیان فرماتے ہیں مختصر یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو اللہ کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کے ہزارویں حصہ کو سات سمندر سے ہے۔

اس کے علاوہ علم الٰہی ذاتی ہے علم نبی عطائی، اس کا علم واجب علم نبی ممکن، اللہ

---

(۱) القرآن الكريم، الآية:۳، السبا: ٣٤، پاره:٢٢.
(۲) القرآن الكريم، الآية:٢٤، التكوير: ٨١، پاره:٣٠.
(۳) القرآن الكريم، الآية:۳، المائدة: ٥، پاره:٦.

تعالیٰ کا علم قدیم نبی ﷺ کا علم حادث، اللہ تعالیٰ کا علم غیر مخلوق نبی ﷺ کا علم مخلوق، اللہ تعالیٰ کا علم غیر مقدور نبی ﷺ کا علم مقدور، اللہ تعالیٰ کا علم دائم البقا نبی ﷺ کا علم جائز الفنا، اللہ تعالیٰ کا علم ممتنع النظیر نبی ﷺ کا علم ممکن التبدل، ان عظیم تفرقوں کے بعد اس کو شرک کہنا عقل و بصیرت کے اندھوں ہی کا کام ہوسکتا ہے۔ منکرین علم غیب کو علمائے اہل سنت و جماعت کی کتابیں شفائے قاضی عیاض اور اس کی شرح نسیم الریاض، شرح مواقف، صاوی حاشیہ جلالین، مواہب الدنیہ اور اس کی شرح زرقانی، تفسیر خازن و تفسیر کبیر وغیرہ تفاسیر و سیر کی کتابیں دیکھنی چاہیے، تب ان پر واضح ہوجائے گا جن آیات میں نفی ہے ان میں یا تو علم ذاتی کی نفی ہے یا اللہ تعالیٰ کے برابری کی نفی ہے ورنہ تطبیق کیوں کر ہوگی۔ علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

"معناها لا يعلم ذلك استقلالا او احاطة بكل المعلومات"

یعنی آیات نفی کے معنی یہ ہیں کہ ان کو کوئی شخص استقلالاً نہیں جانتا یا ایسا علم کسی دوسرے کو نہیں جو کل معلومات الٰہیہ کو محیط ہو منکرین علم کا یہ کہنا کہ جہاں علم ثابت کیا ہے اس سے مراد مسائل دینیہ کا علم ہے اور جہاں نفی کی ہے اس سے دنیوی چیزوں کا علم مراد ہے۔ یہ ہرگز صحیح نہیں اس لیے کہ دنیوی امور کا علم بھی نیت خیر سے دین میں داخل اللہ تعالیٰ نے آسمان کو کیوں پیدا کیا زمین کیوں بنائی، آفتاب و ماہتاب میں چمک کیوں رکھی، دریا پہاڑ قدرت نے کیوں بنائے، ذراتِ عالم کا ظہور کس لیے ہوا یہ فعل کس کا ہے حکیم مطلق کا ہے:

"فعل الحكيم لايخلو عن الحكمة ولقد صدق من قال"

ففى كل شئى له أية　　تدل على انه واحد

برگ درختانِ سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفترے ست از معرفت کردگار

پس ان تمام چیزوں کا علم علم دین نہیں تو کیا ہے؟ دوسری وجہ اس کے غلط ہونے

کی یہ ہے کہ یہ توجیہہ آیات قرآنیہ احادیث صحیحہ واقوال ائمہ کے بالکل خلاف ہے:

"قال تعالیٰ: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا "(۱)

تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

ومعنى تعليمه اسماء المسميات انه تعالیٰ اراه الاجناس التى خلقها وعمله ان هذا اسمه فرس وهذا اسمه بعير وهذا اسمه كذا وعن ابن عباس رضى الله عنهما علمه اسم كل شئى حتى القصعة والمعرفة.(۲)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام تعلیم فرمائے اس کے معنی یہ ہیں کہ تمام چیزیں جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا سب حضرت آدم علیہ السلام کو دکھادیا اور بتادیا کہ اس کا نام گھوڑا ہے اس کا نام اونٹ ہے اس کا نام یہ ہے اس کا نام وہ ہے، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی جتنی چیزیں دنیا میں ہیں سب کا نام بتادیا، یہاں تک کہ پیالا اور چمچہ معمولی چیزوں کو بھی نہ چھوڑا۔

تفسیر بیضاوی میں اسی آیت کے تحت میں ہے:

"والمعنى انه تعالیٰ خلقه من اجزاء مختلفة وقوى متبائنة مستعد الادراك انواع المدركات من المعقولات والمحسوسات والمتخيلات والموهومات والهمه معرفة ذوات الاشياء وخواصها واسمائها واصول العلوم وقوانين الصناعات وكيفية ألاتها"(۳)

یعنی اس آیہ کریمہ کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مختلف اجزاء سے پیدا کیا، مثلاً ہاتھ، پاؤں، دل، دماغ، جگر والا بنایا اور متبائن قوی آب وآتش خاک و باد حلم وغضب، ضبط وصبر وانتقام وغیرہ صفات کا مالک بنایا اور ان کو اس قابل

---

(۱) القرآن الكريم، الآية: ۳۱، البقرة: ۲، پاره:۱.

(۲) مدارك التنزيل، ص:۷۹، ج:۱.

(۳) انوار التنزيل المعروف به التفسير البيضاوى، ص:٦١.

پیدا کیا کہ انواع مدرکات کو ادراک کر لیں دریافت کر لیں عقلی باتیں جیسی چیز خیال اشیاء صور جزئیہ وہمی امور معانی جزئیہ کو معلوم کر لیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو الہام کیا کہ تمام چیزوں کی ذات ہر چیز کی خاصیت ہر چیز کا نام جان لیا جتنے علوم ہیں سب کے اصول جتنی صنعتیں ہیں ان کے قاعدے اور ان کے آلات معلوم کیے یعنی کون چیز کس طرح بنائی جاتی ہے کس آلہ سے بنائی جاتی ہے، للہ انصاف کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی یہ شان ہے تو حضرت سید الانبیا ﷺ جن کے متعلق تمام اہل سنت و جماعت کا اتفاق و اجماع ہے کہ جتنی صنعتیں اور کمالات اور علوم تمام انبیا علیہم السلام کو متفرقا عطا فرمائے گئے ذات اقدس ان سب کی جامع اور ان سب صفات و کمالات پر حاوی ہے:

حسن یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

پھر علوم حضور اقدس ﷺ کا کون احصار و شمار کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ“[۱]

اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی روشن بیان اور ہر چیز کے لیے، اور فرماتا ہے:

”مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ“[۲]

یعنی ہم نے قرآن شریف میں کسی چیز کے بیان میں کمی نہ کی اور کچھ اٹھا نہ رکھا۔

حدیث شریف میں ہے:

”من اراد خیر الاولین والاٰخرین فلیثور القرآن“[۳]

جو اگلوں پچھلوں کا علم چاہے تو قرآن شریف میں تفتیش کر لے۔

رواه الديلمى فى مسند الفردوس عن انس ابن مالك

---

(۱) القرآن الكريم، الآية:۸۹، النحل: ۱٦، پاره:۱٤.

(۲) القرآن الكريم، الآية:۳۸، الانعام: ٦، پاره:۷.

(۳) المعجم الكبير للطبراني، عبد الله بن مسعود، ج:۹، ص:۱۳۵، مكتبة العلوم والحكم، الموصل.

مرفوعًا.

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیروں میں عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام آزاد شدہ سے ما فرطنا فی الکتٰب من شئ کی تفسیر میں فرمایا ہم کتاب الٰہی سے غافل نہیں کوئی شی ایسی نہیں جو اس کتاب میں نہ ہو۔

ابن سراقہ نے کتاب الاعجاز میں امام ابوبکر بن مجاہد سے نقل فرمایا:

"ما من شئ فی العالم الا وھو فی کتاب اللہ"

کوئی چیز عالم میں نہیں مگر یہ کہ وہ کتاب اللہ میں ہے۔

طبقات کبریٰ میں حضرت سید ابراہیم دسوقی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے وہ فرماتے تھے اگر حق تعالیٰ تمہارے دلوں کے قفل کھول دے تو تم ضرور مطلع ہو جاؤ اس پر جو قرآن میں عجائب اور حکمتیں اور معانی اور علوم ہیں اور بے پروا ہو جاؤ اس کے ماسوا میں نظر کرنے سے اس لیے کہ صفحات ہستی میں جو کچھ مرقوم ہے وہ سب اس میں موجود ہے۔ تفسیر خازن میں ہے:

"ان القرأن مشتمل علی جمیع الاحوال"(۱)

یعنی قرآن حکیم تمام حالات پر شامل ہے۔

تفسیر انوار التنزیل میں ہے:

"اللوح المحفوظ فانه مشتمل علی مایجری فی العالم من جلیل ودقیق لم یُهْمل فیه امر حیوان و جماد"(۲)

یعنی اس آیت میں کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے کہ وہ ان تمام باتوں پر مشتمل ہے جو عالم میں ہوتا ہے ہر بڑی اور باریک بات اس میں کسی جاندار اور بے جان کا

(۱) تفسیر الخازن، ج:۲، ص:۱۳۲، دار الفکر، بیروت.

(۲) انوار التنزیل المعروف به بیضاوی، ص:۱۶۱، ج:۲، احیاء التراث العربی

معاملہ چھوڑا نہ گیا یعنی دنیاو آخرت کی بڑی اور چھوٹی بات اور تمام حالات واقعات سب موجود ہیں، تو کتاب سے قرآن شریف مراد ہو یا لوح محفوظ یہ دونوں حضور کے پیش نظر ہیں تو تمام دنیاو آخرت کے حالات حضور اقدس ﷺ کے علم میں ہوئے اسی طرح:

"لا رطب و لا یابس الا فی کتٰب مبین"(۱)

یعنی نہیں ہے کوئی تر وخشک جو روشن کتاب میں لکھی ہوئی نہ ہو۔

تفسیر روح البیان میں ہے:

"هو اللوح المحفوظ فقد ضبط الله جميع المقدرات الكونية"(۲)

یعنی کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں تمام ہونے والی باتیں جمع فرمادی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا"(۳)

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھا دیا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ پر بڑا ہے۔

یہاں نکرہ تحت نفی میں واقع تو عموم کا فائدہ دے گا یعنی جو آپ جانتے تھے وہ تو جانتے ہی تھے اور جو کچھ نہ جانتے تھے سب آپ کو معلوم کرادیا۔

عزیزانِ من امام ابن الحاج مکی مدخل اور امام قسطلانی مواہب الدنیہ میں فرماتے ہیں:

"بے شک ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات دنیوی اور اس وقت کی حیات میں کچھ فرق نہیں ہے اس بات میں کہ حضور انور ﷺ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی ہر حالت اور ہر نیت اور ان کے ارادے اور دل کے

---

(۱) القرآن الكريم، الآية: ٥٩، الانعام: ٦، پاره: ٧.

(۲) روح البيان، ج: ٣، ص: ٤٣.

(۳) القرآن الكريم، الآية: ١١٣، النساء: ٤، پاره: ٤.

ہر خطرے کو جانتے ہیں اور یہ سب چیزیں حضور پر روشن ہیں جن میں اصلاً کسی طرح کی پوشیدگی نہیں۔"

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین.

شفاعت

عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه ان النبی ﷺ قال: .... اعطیت الشفاعة، وکان النبی یبعث الی قومه خاصة، وبُعثتُ الی الناس عامة.(۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے شفاعت عطا کی گئی اور نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

فائدہ:- اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور شفیع یوم النشور ﷺ کی بعثت عام ہے اور سارے جہاں کے بسنے والے حضور کے امتی ہیں رب العزت جل شانہ فرماتا ہے:

"وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ"(۲)

شفاعت کہتے ہیں گنہگاروں کے گناہوں کے بخشائش مانگنے کو یہ منصب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمادیا عقائد نسفی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور نیک لوگوں کے لیے اہل کبائر کے حق میں شفاعت کرنا مشہور احادیث سے ثابت ہے اور اس مسئلہ میں معتزلہ کا خلاف ہے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الوصیہ میں فرمایا کہ نبی ﷺ کی شفاعت ہر اس شخص کے لیے ثابت ہے جو اہل جنت میں سے ہوا اگرچہ صاحب کبیرہ ہو۔ مسئلہ شفاعت یقینی ہے جس کے ثبوت میں آیات واحادیث بکثرت ہیں:

قال تعالیٰ: "عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا.(۳) وَ لَسَوْفَ

---

(۱) صحيح البخاری، کتاب التيمم، ص:٤٨.

(۲) القرآن الكريم، الآية: ١٩، المحمد: ٤٧، پاره: ٢٦.

(۳) القرآن الكريم، الآية: ٧٩، بنی اسرائيل: ١٧، پاره: ١٥.

يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى "(۱)

امام بخاری و مسلم و ترمذی و ابن ماجہ وطبرانی و ابویعلی و ابن خزیمہ وغیرہم اکابر محدثین بہ سند صحیح حضرت ابو ہریرہ و انس بن مالک و ابوسعید خدری و سلمان فارسی و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمر و حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہم سے راوی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب حضور سجدہ میں سر مبارک رکھیں گے ارشاد فرمائے گا:

"یا محمد ارفع راسك، وسل تعط واشفع تشفع "(۲)

معتزلہ جو ایک گمراہ فرقہ ہے شفاعت کا منکر ہے پھر بھی اتنا مانتا ہے کہ مومنین کے لیے رفع درجات کی شفاعت ہوگی۔ ہندوستان کے وہابیوں نے اس مسئلہ میں شاگردی تو انھیں کی کی، مگر چند قدم استاد سے بھی آگے بڑھ گئے صرف انکار پر بس نہ کیا بلکہ اس عقیدہ کو شرک ٹھہرادیا۔ حالاں کہ بخاری شریف، پارہ:۲۷، ص:۹۷۱/ میں ہے:

"أخرجهم من النار فادخلهم الجنة. "(۳)

میں ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔

نیز دوسری حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے:

"ان النبی ﷺ قال: شفاعتی لاهل الكبائر من امتی "(۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے:

"قال من كذب بالشفاعة فلا نصيب له فيها "(۵)

یعنی جس نے شفاعت کی تکذیب کی اور جھٹلایا، شفاعت میں اس کا حصہ نہیں۔

---

(۱) القرآن الكريم، الآية: ٥، والضحى: ٩٣، پاره: ٣٠.

(۲) جامع الترمذى، ابواب صفة القيامة، باب ماجاء فى الشفاعة، ج:٢، ص: ٦٦.

(۳) صحيح البخارى كتاب الرقاق باب صفة الجنةوالنار ،ج:٢، ص:٩٧١

(۴) مشكاة المصابيح، باب الحوض والشفاعة، الفصل الثانى، ص:٤٩٤.

(۵) فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج:٦، ص:٢٣٤، دار المعرفة، بيروت.

حدیث شانزدہم (۱۶)

افضلِ خلق ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن انس رضی الله عنه قال، قال: رسول الله ﷺ أتی باب الجنة، فاستفتح، فیقول الخازنُ: من انت؟ فاقول: محمد. فیقول بك امرت ان لا افتح لاحدٍ قبلك.(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں روز قیامت جنت کے دروازے پر آ کر کھولنے کا حکم دوں گا، پس خازن یعنی داروغہ جنت عرض کرے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا میں محمد ہوں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ عرض کرے گا مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے نہ کھولوں۔

فائدہ:– اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور تمام خلق میں سب سے افضل ہیں، اور جنت خاص حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے، اور آپ ہی اس کا افتتاح فرمائیں گے اوروں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل میں میسر ہوگی۔ ع

مقصود ذات تست گر جملگی طفیل

---

(۱) مشکاة المصابیح، باب فضائل سید المرسلین ﷺ، الفصل الاول، ص:۵۱۱.

حدیث ہفدہم (۱۷)

افضلیت خاندانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن عائشة رضی الله عنها عن النبی ﷺ اتانی جبرئیل فقال قلّبت مشارق الارض ومغاربها فلم ارا احدا افضل من محمد ولم اَر بیتا افضل من بیت بنی هاشم.[1]

یعنی حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی، حضور پرنور نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل نے حاضر ہو کر عرض کیا میں نے زمین کے مشرق ومغرب الٹ ڈالا تو کسی شخص کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل نہ دیکھا اور نہ کسی قبیلہ کو قبیلہ بنی ہاشم سے افضل پایا۔

فائدہ:- یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے جہاں سے افضل ہیں اور حضور کا خاندان تمام خاندان سے بہتر ہے۔

(۱) شفا شریف، ص:۱۳۲.

سردار اولادِ آدم

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال، قال رسول الله ﷺ: انا سید ولد أدم یوم القیمة، و اول من ینشق عنه القبر، و اول شافع و اول مشفع.(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں روز قیامت تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا، اور سب سے پہلے قبر سے نکلوں گا، اور میں پہلا شفاعت کرنے والا اور پہلا مقبول الشفاعۃ ہوں گا۔ یعنی سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔

عزیزانِ من! سنن دارمی و ترمذی شریف، ابونعیم بسند حسن حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ دراقدس پر کچھ صحابہ کرام بیٹھے ہوئے حضور پرنور ﷺ کے انتظار میں باتیں کر رہے تھے کہ حضور پرنور تشریف فرما ہوئے انھیں اس حال میں پایا ایک کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا، دوسرا بولا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بے واسطہ کلام فرمایا، تیسرے نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ میں، چوتھے نے کہا حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں جب وہ سب کہہ چکے تو حضور انور ﷺ قریب آئے اور ارشاد فرمایا میں نے تمہارا کلام اور تمہارا تعجب کرنا سنا کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں، ہاں وہ ایسے ہی ہیں اور موسیٰ کلیم اللہ ہیں اور بے شک وہ ایسے ہی ہیں، اور عیسیٰ روح اللہ ہیں اور واقعی وہ ایسے ہی ہیں، آدم

(۱) الصحیح المسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل بنبیا ﷺ علی جمیع الخلائق، ج:۲، ص:۲٤٥.

صفی اللہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں۔

"الا وانا حبيب الله ولا فخر، وأنا حامل لواء الحمد يوم القيمة أدم تحت لوائى ولا فخر، وأنا اول شافع، و اول مشفع يوم القيمة ولا فخر، وأنا اول من يحرك حلق الجنة، فيفتح الله لى فيدخلنيها و معى فقراء المومنين ولا فخر، وأنا اكرم الاولين والاخرين ولا فخر."(۱)

سن لو میں اللہ کا پیارا ہوں اور کچھ فخر مقصود نہیں اور قیامت کے دن لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور کچھ براہ تفاخر نہیں کہتا اور میں پہلا شافع اور پہلا مشفع ہوں اور کچھ افتخار نہیں اور سب سے پہلے میں ہی جنت کی زنجیر ہلا دوں گا۔ اللہ تعالیٰ میرے لیے دروازہ جنت کا کھول کر مجھے جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور میرے ساتھ فقرا و مومنین ہوں گے اور یہ ناز کی راہ سے نہیں کہتا اور سب اگلوں پچھلوں میں سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک بزرگ ترین ہوں گے اور یہ بڑائی کے طور پر نہیں کہتا بلکہ اظہار واقعہ کر رہا ہوں۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی، حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے میرے تین سوال پورا کرنے کا وعدہ فرمایا دو بار تو میں نے عرض کر دیا:

"اللهم اغفر لامتى، اللهم اغفر لامتى"(۲)

الٰہی میری امت بخش دے۔ دو تو یہ ہوا:

وأخرت الثالث ليوم يرغب الىّ الخلق كلهم حتى ابراهيم عليه السلام.

(۱) جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب ماجاء فی فضل النبی ﷺ، ج:۲، ص:۲۰۲

(۲) صحيح لمسلم، كتاب فضائل القرآن، باب بيان ان القرآن انزل علىٰ سبعة احرف و بيان معناه، ج:۱، ص:۲۷۳.

اور تیسرا سوال اس دن کے لیے اٹھا رکھا ہے جس میں تمام خلق میری طرف نیاز مند ہوگی یہاں تک کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام۔

فائدہ:- حدیث: ان لکل نبی دعوۃً الحدیث کہ مسند احمد وصحیحین میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی، امام حکیم ترمذی نے بھی روایت کی اور اس کے اخیر میں یہ زیادت فرمائی:

"وان ابراھیم لیرغب فی دعائی ذلك الیوم"

یعنی حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام بھی میری دعا کے خواہش مند ہوں گے بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ انبیاے کرام علیہم السلام کے درمیان میں فرق کرنا نہ چاہیے۔

"لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ"(۱)

اس کا مطلب یہ ہے ایمان لانے میں انبیاے کرام کے درمیان فرق نہ کرنا چاہیے کہ بعض پر ایمان لائیں بعض پر نہیں، لیکن رتبے میں فرق بنص قطعی قرآن مجید سے ثابت:

"تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ"(۲)

یہ رسول ہیں ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی بعضے سے کلام کیا اور بعض کے بہت درجے بلند فرمائے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

---

(۱) القرآن الکریم، الآیة:۲۸۵، البقرة: ۲، پاره: ۳.
(۲) القرآن الکریم، الآیة:۲۵۳، البقرة: ۲، پاره: ۳.

افضل الخلائق

عن عباس بن عبد المطلب... قال قال رسول الله ﷺ: ان الله خلق الخلق، فجعلني فی خیرهم، ثم جعلهم فرقتین فجعلنی فی خیرهم فرقة ثم جعلهم قبائل، فجعلنی فی خیرهم قبیلة، ثم جعلهم بیوتا، فجلعنی فی خیرهم بیتًا وخیرهم نفسًا. ملخصًا. (۱)

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے مروی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق بنائے تو مجھے بہترین مخلوقات میں رکھا، پھر ان کے گروہ کیے تو مجھے بہترین گروہ میں رکھا۔ پھر ان کے قبیلے بنائے، تو مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا پھر ان کے خاندان کیے تو مجھے بہترین خاندان میں رکھا، پس میں تمام مخلوقات الٰہی سے خود بھی بہتر اور میرا خاندان بھی سب خاندانوں سے افضل ہے۔

امام مسلم و ترمذی نے بھی حدیث کو بیان فرمایا کہ حضور سراپا نور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عرب کو پسند فرمایا پھر عرب سے اور کنانہ سے اور قریش سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم سے اولاد عبد المطلب اور عبد المطلب کی اولاد سے مجھ کو چن لیا۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبه اجمعین.

---

(۱) جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب ماجاء فی فضل النبی ﷺ، ج:۲، ص:۲۰۱.

حدیث بستم (۲۰)

محبت اہلِ بیت

عن جابر رضی الله عنه، قال: رأيت رسول الله ﷺ فی حجته يوم عرفة وهو علىٰ ناقته القصواء يخطب، فسمعته يقول: يا ايها الناس انی ترکت فيکم من ان اخذتم به لن تضلوا: کتاب الله وعترتی اهل بيتی.(۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی، انھوں نے کہا: میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آپ کے حج وداع میں عرفہ کے دن آپ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار خطبہ فرما رہے تھے، تو میں نے آپ کو سنا کہ فرماتے تھے اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو لیے رہوگے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت۔

فائدہ:- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر قرآنِ کریم کا اتباع اور اہل بیت رسالت کی محبت و اطاعت لازم ہے اور یہی ذریعہ ان کی ہدایت کا ہے، لیکن موجودہ وقت کے مسلمانوں کی ایک جماعت اہل بیت کے فضائل سے بے خبر اور ناواقف ہے، اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم اسلام کا قانون مکمل ہے مگر اس کے سمجھنے والے اہل بیت ہیں۔ لہٰذا نبی وعترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سمجھنا اور سیکھنا اور اس کے موافق اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ یعنی جیسا انھوں نے سمجھا اور عمل کیا ویسا ہی مسلمانوں کو دیکھنا سمجھنا اور عمل کرنا چاہیے اسی وجہ سے "ترکت فیکم" فرمایا:

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نشد
ہیچ آہن خود بخود تیغے نشد

(۱) جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب اهلِ بيت النبی ﷺ، ج:۲، ص:۲۱۹.

مولوی ہرگز نشد مولاے روم
تا غلام شمس تبریزی نشد

افسوس ہے کہ بعض علما اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل بیان کرتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کو رافضی کا خطاب نہ مل جائے۔ چناں چہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "بستان المحدثین" میں لکھتے ہیں کہ سنن نسائی شریف کے مؤلف مسجد دمشق میں فضائل اہل بیت بیان فرما رہے تھے کہ نمازیوں نے انھیں رافضی سمجھ کر مسجد ہی میں شہید کر ڈالا۔

مؤلف کہتا ہے کہ وہ زمانہ اگرچہ گزر گیا مگر آج بھی لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جہاں اہل بیت کے فضائل کا تذکرہ کیا لوگ جل بھن جاتے ہیں ہمت ہوتی ہے تو رافضی کہنے سے بھی دریغ نہیں کرتے ہیں، بوجہ محبت و بہ نیت ثواب مناقب ومحامد وفضائل اہل بیت کا تذکرہ کرتا ہوں، لوگوں کو اختیار ہے جو چاہیں کہیں۔ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

لو كان رمضًا حُبّ آلِ محمد
فليشهد الثقلان انى رافضى

یعنی اگر اہل بیت کی محبت ہی کا نام رفض ہے تو ثقلین یعنی انسان و جنات سب گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں، حالاں کہ ایسا نہیں نہ حب اہل بیت کا نام رفض ہے اور نہ میں رافضی ہوں اور میں سنی ہوں اور اہل بیت کی محبت کرتا ہوں۔

لئن كان ذنبى حب آل محمد
فذالك ذنب لستُ منه اتوب

اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا میرا کوئی گناہ ہے تو یہ وہ گناہ ہے جس سے میں توبہ نہیں کرتا ہوں۔

يا اهل بيت رسول الله! حبكم
فرض من الله فى القرآن انزله

اے اہل بیت رسول اللہ! آپ کی محبت اس درجہ عمدہ چیز ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اتارا ہے۔

کفاکم من عظیم الله اَنّکم

من لم یصل علیکم لا صلوٰة له

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے رتبہ کی بڑائی کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ جو شخص نماز میں تم پر درود نہ بھیجے اس کی نماز مقبول نہیں۔

عزیزانِ من قرآن عظیم میں صاف صاف بیان فرمایا:

"اِنَّمَا یُرِیْدُ اللهُ لِیَذْهَبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرُکُمْ تَطْهِیْرًا"(۱)

اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اہل بیت تمہاری برائی دور کر کے تم کو پاک صاف کر دے۔

حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت فاطمہ و امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم کو چھپا کر فرمایا خداوندا یہ میرے اہل بیت ہیں۔ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی: یا رسول اللہ کیا ہم اہل بیت نہیں؟ فرمایا ہاں تم بھی ہو پھر ان سب کے لیے دعا فرمائی۔ الٰہی یہ میرے اہل بیت ہیں ان کو پاک فرما۔ عام علماے کرام چاروں خلفا کو بھی داخل اہل بیت فرماتے ہیں لیکن امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ اہل بیت حضرت علی و فاطمہ و امام حسن و امام حسین ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

طبرانی معجم الکبیر و بیہقی اپنی سنن اور ابن عساکر تاریخ میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"الا ان المسجد لایحل هٰذا المسجد لجنب ولا حائض الا لرسول الله وعلی وفاطمه والحسن والحسین الا وقد بینت لکم الاسماء ان لا تضلوا"(۲)

---

(۱) القرآن الکریم، الآیة: ۳۳، الاحزاب: ۳۳، پاره: ۲۲.

(۲) السنن الکبریٰ للبیهقی، باب دخول المسجد جنبا، ج:۲، ص:۱۱٤.

سن لو یہ مسجد کسی جنبی کو حلال نہیں نہ کسی حائض کے لیے مگر سید عالم اور حضرت بتول زہرا حسن وحسین اور علی کے لیے سن لو میں نے صاف صاف بیان فرما دیا کہ کہیں تم بھٹک نہ جاؤ بلکہ خود قرآن مجید میں ارشاد الٰہی ہے:

"قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى "(۱)

میں تم لوگوں سے تبلیغ پر اجرت ومزدوری نہیں چاہتا ہاں اتنا ہے کہ میرے قرابت داروں سے محبت رکھنا۔ تفسیر کشاف میں ہے کہ لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ کے قرابت دار کون کون ہیں جن کی محبت کرنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے؟ ارشاد ہوا حسن وحسین فاطمہ اور ان کے بچے۔

محبان من سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

"حسین منی واما من حسین "(۲)

یعنی حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔

دوسری حدیث میں ہے:

"احب الله من احب حسینا "(۳)

یعنی جس نے حسین سے محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی اور جس نے محبت مجھ سے کی اس نے اللہ سے محبت کی۔ یہ بھی ارشاد ہوا ہر ایک نبی کی اولاد اس کی پیٹھ میں ہے اور میری اولاد علی کی پیٹھ میں ہے۔ اسی سبب سے قدرت نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو سرکار دو عالم ﷺ سے سر سے ناف تک مشابہ فرمایا اور ان دونوں کا نقشہ مل کر سید المرسلین کے مشابہ:

ایک سینے تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
خطّ تو ام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

(۱) القرآن الکریم، الآیة: ۲۳، الشوریٰ: ٤۲، پارہ: ۲٥.
(۲) جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب حسن و حسین، ج:۲، ص:۲۱۹.
(۳) جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین، ج:۲، ص:۲۱۸.

ان دونوں کا شہید ہونا گویا محمد رسول اللہ ﷺ کا شہید ہونا ہے اسی بنا پر ارشاد ہوا:"الولد سر لابیه" یعنی بیٹا باپ کا بھید ہے۔ یعنی باپ کی تجلی ثانیہ بیٹے کے نقشہ میں جلوہ گر ہوئی ﷺ یہ بھی ارشاد نبوی ہے:

اصحاب میرے مثل ستاروں کے ہیں اور اہل بیت مثل کشتی کے ہیں اور ظاہر ہے کہ ستارے ہی کے سہارے کشتیاں چلتی ہیں، پس صحابہ کی مخالفت سے کشتی کا کنارا لگنا بعید از عقل ہے، پس اہل بیت کی محبت کی کشتی پر بیٹھنا ہے جس نے کشتی کو چھوڑا اس کا کہیں ٹھکانہ نہیں ہے:

"اهل بیتی فیکم مثل کسفینة نوح من رکبها نجی ومن تخلف عنها هلك"(۱)

میرے اہل بیت کی شان نوح علیہ السلام کی کشتی کی ہے جو اس پر سوار ہوا نجات پایا اور جس نے اس کو چھوڑا اور ان سے منھ پھیرا ڈوب گیا۔ اسی لیے صحابہ کی تعظیم و مدائح کے بیان میں سرگرم رہے اور ان کے قول و فعل پر عمل کرنے میں مستعد و کمربستہ رہے، لیکن چنگل اہل بیت ہی کے دامن میں لگائے رہے۔ یہی راز نجات ہے۔ مسلمانوں کو یقین کرنا چاہیے کہ فیضان اہل بیت کا اسی وقت تک رہے گا جب تک قرآن حکیم کی برکت رہے گی اور قرآن حکیم کی برکت اس وقت تک رہے گی جب تک فیضان اہل بیت کا دریا بہتا رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن اور اہل بیت کا وجود افاضہ لازم و ملزوم ہیں اور اہل بیت کی محبت و عظمت عین محبت و عظمت رسول اللہ ﷺ ہے۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا عورتوں میں سب سے افضل کون ہیں فرمایا اگر حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہا سے کسی کو افضل کہتا ہوں تو گویا جزء رسول سے دوسرے کو فضیلت دیتا ہوں حالاں کہ میں تو موے مبارک رسول سے بھی کسی کو افضل نہیں کہہ سکتا، یوں ہی حضرت مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کی محبت بھی عجیب چیز ہے۔

(۱) مشكاة المصابيح، ابواب المناقب، باب مناقب اهلِ بيت النبی، الفصل الثالث، ص:۵۷۳.

ہرکرا حب علی باشد بہ جاں
خود گنہ اور انمی دارد زیاں
گفت پیغمبر کہ حبِّ مرتضیٰ
گشتِ در دل ماحِیِ ظلم و جفا

حدیث میں ہے کہ میری صاحب زادی فاطمہ آدمیوں میں حور ہے کہ نجاستوں کے عارضے جو عام عورتوں کو ہوتے ہیں ان سے پاک ومنزہ ہے۔ اللہ عزوجل نے اس کا نام فاطمہ وسلمیٰ رکھا کہ اسے اور اس سے محبت رکھنے والوں کو آتش دوزخ سے آزاد ہیں، رواہ الخطیب عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، طبرانی اور دارقطنی کی حدیث ہے: سید عالم ﷺ نے فرمایا:

"اول من اشفع من امتی اهل بیتی ثم الاقرب فالاقرب"(۱)

دوسری حدیث میں ہے:

رسول اللہ ﷺ نے سب کو جمع فرمایا اور منبر پر تشریف لے جا کر فرمایا کہ کیا حال ہے ان لوگوں کو جو خیال کرتے ہیں میری قرابت نفع نہ دے گی تمام علاقے اور رشتے منقطع ہو جائیں گے مگر میرا علاقہ ورشتہ کہ دنیا وآخرے میں جڑا ہوا ہے۔

تیسری حدیث میں ہے:

برسر منبر حضور نے فرمایا کیا حال ہے ان لوگوں کا جو کہتے ہیں کہ میری قرابت بروز قیامت نفع نہ دے گی، خدا کی قسم میری قرابت دنیا وآخرت میں پیوستہ ہے۔

چوتھی حدیث میں ہے: نبی ﷺ نے فرمایا شہید کی شفاعت اس کے ستر اقارب کے حق میں قبول ہوگی۔(۲)

---

(۱) المعجم الكبير للطبراني، عبد الله بن عمر بن خطاب، ج:١٢، ص:٤٢١، مكتبة العلوم والحكم

(۲) مشكاة المصابيح، باب الحوض والشفاعة، الفصل الثاني، ص:٤٩٤.

پانچویں حدیث میں ہے:

ایک جنتی دوزخی پر گزرے گا دوزخی اس سے کہے گا آپ کو یاد نہیں آپ نے کبھی اپنے وضو کے لیے مجھ سے پانی مانگا تھا، اور میں نے دیا تھا اتنی ہی بات پر وہ جنتی دوزخی کی شفاعت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت اس دوزخی کے حق میں قبول فرمائے گا۔

جب مقبولانِ خدا سے اتنا سا علاقہ کہ اس نے پانی مانگا تھا اور اس نے دیا تھا آخرت میں ایسا نفع دے گا تو سید عالم ﷺ کا جزء ہونا کتنا نفع بخش ہوگا اس کو ہر عقل والا ادنیٰ غور و تامل سے سمجھ سکتا ہے، انسان اگر فہم سلیم رکھتا ہو تو جان سکتا ہے کہ صالحین سے علاقہ و نسبت رکھنے والا دنیا و آخرت میں بنص قطعی قرآن شریف فائدہ اٹھاتا ہے:

”وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا“(۱)

رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ حضرت محمد بن کمندر نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندہ کی نیکی سے اس کی اولاد کو اور اس کی اولاد کی اولاد کو اور اس کے کنبہ والوں کو اور اس کے محلہ داروں کو اپنی حفاظت میں رکھتا ہے۔

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ اس دیوار کے نیچے سونا چاندی مدفون تھا حضرت خضر علیہ السلام نے جو ایک دیوار گرتی دیکھا تو ہاتھ لگا کر اس کو سیدھی کر دیا۔ حالاں کہ وہاں کے لوگوں نے آپ کو مہمان بنانے سے انکار کر دیا تھا ان کو کھانے کی حاجت تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ چاہتے تو اس پر اجرت لے سکتے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دیوار دو یتیموں کی تھی جو ایک مرد صالح کی اولاد سے ہیں ان کے نیچے ان کا خزانہ ہے دیوار گر جاتی تو خزانہ ظاہر ہو جاتا اور لوگ لے جاتے۔ لہٰذا آپ کے رب عزوجل نے اپنی رحمت سے چاہا کہ دیوار قائم اور محفوظ رہے کہ وہ جوان

(۱)　القرآن الكريم، الآية: ۸۲، الكهف: ۱۸، پاره: ۱٦.

ہو کر نکالیں ان صالح باپ کے صدقہ میں۔

عزیزانِ من! جب صالحین کی صلاح ان کی نسل واولاد کو دین ودنیا وآخرت میں نفع دیتی ہے، تو حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان، علی، جعفر، عباس رضی اللہ عنہم جو افضل العالمین گزرے ہیں ان کی اولاد پر جو فیوض و برکات ہوں گے وہ اظہر من الشمس ہے، پھر حضور پرنور سید المرسلین ﷺ کی اولاد کی شانِ رفیع اور ان پر فیوض و برکات ورحمت الٰہی کا کون شخص اندازہ کرسکتا ہے۔

احادیث و کلام اللہ سے ثابت ہوا ہم کو
کہ اس کے ساتھ ہوگا ہر بشر جس کی محبت ہے
کلام اللہ پر ایمان اس کا ہو نہیں سکتا
رسول اللہ کے فرزند سے جس کو عداوت ہے

حدیث بست ویکم (۲۱)

مناقبِ خاتون جنت

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ إنَّ فاطمه احصنت فرجها فحرمها الله وذر يتها على النار.(۱)

فاطمہ چوں کہ با عفت ہیں اس لیے اللہ نے ان کی ذریت کو آتش دوزخ پر حرام فرمایا۔

دوسری حدیث میں سید عالم ﷺ نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"ان الله غير معذبك و لا ولدك"(۲)

بے شک اللہ تعالیٰ نہ تجھ پر عذاب فرمائے گا اور نہ تیری اولاد پر۔

جاہل نجدیوں سے دریافت کیا جائے کہ ان حدیثوں کو دیکھ کر بھی کچھ آپ کی سمجھ میں آیا کہ حضور ﷺ کیسے کام آتے ہیں اور اپنے اولاد کو کیسے کام آئے۔ شرافت و سیادت کو دنیوی احکام میں بھی معتبر رکھا گیا ہے۔ مثلاً نکاح میں، امامت میں، امانت وغیرہا۔ میں بات یہ ہے موازنہ بحیثیت مجموعی ہوا کرتا ہے، نہ فرداً فرداً اور حکم کے لیے غالب بلکہ اغلب کافی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اخلاق فاضلہ میں خاندانی لوگوں کا حصہ غالب ہوتا ہے، احادیث کثیرہ سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے، اور مشاہدہ اور تجربہ بھی اس کا مؤید ہے۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا:

"الناس معاون الذهب والفضا والعروق و سادس وادب

(۱) .كنز العمال، حرف الفاء، حديث نمبر: ۳٤۲۲۰، بيت الافكار الدولية.

(۲) الصواعق المحرقه، باب بشارتهم الجنة، ج:۲، ص:٦٧٢، (موسسة الرسالة.

السوء کعرق السوء"

یعنی جس طرح سونے چاندی کی مختلف قسم کی کانیں ہوتی ہیں یوں ہی آدمیوں کی بھی حالت ہے اور رگ خفیہ کام کرتی ہے اور برا ادب برے لوگ کی طرح ہے اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تخیروا لنطفکم وانکحوا الاکفاء، وانکحوا الیھم [1] وفی لفظ فان النساء یلدن اشباہ اخوانھن واخواتھن"

یعنی اپنے نطفے کے لیے اچھی جگہ تلاش کرو کفو میں بیاہ کرو اس لیے کہ عورتیں اپنے بھائیوں اور بہنوں کے مشابہ جنتی ہیں۔ بعض لوگ یہ اعتراض کر سکتے ہیں۔

اول: حدیث شریف میں آیا ہے:

"لا فضل لعربی علی عجمی ولا لاحمر علی اسود"[2]

یعنی نہ عربی کو عجمی پر فضیلت ہے اور نہ گورے کو کالے پر۔

دوم: حدیث شریف میں آیا ہے:

"لا اغنی عنکم من اللہ شیئا"[3]

یعنی میں تم کو اپنی ذات سے اللہ کے عذاب سے بے نیاز نہیں کر سکتا ہوں۔

سوم: قرآن مجید میں ہے:

"اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ"[4]

یعنی خداوند قدوس کے نزدیک تم لوگوں میں اکرم وہی ہے جو تم میں زیادہ متقی ہو۔

ان تینوں اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر سلب فضل کلی کی ہے، نہ فضل جزئی

---

(۱) سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، باب الاكفاء، ص:١٤١.

(۲) مسند احمد بن حنبل، حديث رجل من اصحاب النبی ﷺ، ج:٥، ص:٤١١.

(۳) صحيح البخاری، كتاب التفسير، سورۂ سعراء، ج:٢، ص:٧٠٢.

(۴) القرآن الكريم، الآية: ١٣، الحجرات: ٤٩، پاره:٢٦.

کی؛ ورنہ آیات الٰہیہ اور احادیث نبویہ کا مطلب ومقصود مفقود ہوجائے گا۔ اور حدیث لا اغنی میں نفی اغناء ذاتی کی ہے، نہ معاذ اللہ سلب اغنا عطائی کی؛ اس لیے کہ یہ احادیث متواترہ شفاعت کے خلاف ہے، نیز اجماع بھی اس کے خلاف پر منعقد ہے۔

علامہ ابن حجر مکی اپنی کتاب صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں کہ طبری وغیرہ اجلۂ علما و محدثین نے لکھا کہ لا اغنی عنکم کے یہ معنی ہیں کہ میں تم کو محض اپنی ذات سے اللہ کے عذاب سے بے نیاز نہیں کر سکتا ہوں، بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر یہ اکرام شفاعت کرامت فرمائے۔ حضور انور ﷺ نے ان سے یہ مخاطبہ اس لیے فرمایا کہ آپ کو مقام تخویف کی رعایت اور عمل پر ترغیب وتحریص منظور تھی اور یہ خواہش تھی کہ میرے اہل بیت واقارب تقویٰ وخشیت الٰہی میں اوروں سے اعلیٰ واولیٰ ہوں، پھر حق رحم کی طرف اشارہ فرما کر دلوں کو اطمینان بخشا۔ بعض علما نے یہ بھی لکھا ہے کہ سید دوعالم ﷺ نے یہ پہلے فرمایا تھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور کو اس کا علم عطا فرمایا کہ آپ کے ساتھ نسبت رکھنا آخرت میں نافع ہے۔

حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے "مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ" میں لکھا ہے:

فاطمہ زہرا جو جگر گوشۂ رسول ﷺ اور سیدۂ نساء العالم ہیں ان پر آگ حرام ہوئی، تو ان کو آتش دوزخ سے خوف دلانے کا مطلب گنہگارانِ امت کو خوف دلانا منظور ہے۔

نیز مظاہر حق کے اسی صفحہ میں ہے کہ اس حدیث میں نہایت ڈرانا اور مبالغہ ہے۔ ورنہ ان مذکورین کی فضیلت اور ان کا بہشت میں داخل ہونا نیز گنہگارانِ امت کو حضرت سید عالم ﷺ کی شفاعت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ چہ جائے کہ حضرت ﷺ کے اہل بیت واقربا وعترت۔ (۱)

عزیزانِ من! اتنا یاد رکھو کہ نسبت پر فخر جائز نہیں، نسب کے سبب اپنے کو بڑا جاننا جائز نہیں، نہ کسی کو کم قوم ہونے کے وجہ سے حقیر جاننا جائز ہے، جو احادیث اس باب میں آئی ہے اسی معنی کی طرف ناظر ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو میری نصیحت قبول کرنے کی توفیق بخشے۔ بحق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ.

---

(۱) مظاهر حق ترجمه مشكوٰة، ج:٤، ص:۳۰۹.

حدیث بست و دوم (۲۲)

انبیا و اولیا اور بزرگانِ دین کے وسیلہ کا ثبوت

عن علی کرم اللہ وجهه قال انی سمعت رسول اللہ ﷺ يقول: الأبدالُ يَكونونَ بالشامِ. وهم أربعون رجلا كلما مات رجل أبدَلَ الله مكانه رجلا يُسقٰى بهم الغيثُ، و يُنتصر بهم علىٰ الاعداء، و يصرف عن اهل الشام بهم العذاب.(۱)

یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی فرماتے ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ابدال شام میں ہوتے ہیں وہ چالیس مرد ہیں جن ان میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ دوسرے کو اس کی جگہ قائم کر دیتا ہے، انھیں کی بدولت بارش ہوا کرتی ہے انھیں کے طفیل دشمنوں پر مدد دی جاتی ہے، انھیں کی برکت سے اہل شام سے عذاب دور کیا جاتا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "مرقات شرح مشکوٰۃ" میں تاریخ ابن عساکر سے بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کی، اس میں ہے:

"بهم يدفع البلاء عن هذه الامة"(۲)

ان کی برکت سے اس امت سے بلا دور کی جاتی ہے۔

"ان الله تعالىٰ عبادًا اختصهم بحوائج الناس يفزع الناس اليهم فى حوائجهم اولٰئك الامنون من عذاب النار" (۳)

---

(۱) مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب ذكر اليمن والشام و ذكر اويس قرني، ص: ۵۸۲، ۵۸۳.

(۲) مرقاة المفاتيح، باب ذكر اليمن والشام، زير حديث مذكور.

(۳) كنز العمال، حرف الزاء، حديث نمبر: ١٦٤٦٥.

اللہ عزوجل کے کچھ ایسے بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی حاجت روائی کے لیے خاص کیا ہے اور لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں یہی بندے عذاب الٰہی سے مامون ہیں۔

فائدہ: -نجدی مولوی اس کو شرک کہتا ہے حالاں کہ دوسری حدیثوں سے بھی ثابت کہ محبوبانِ خدا اہل حاجت کو غنی فرماتے ہیں، امت محمدیہ کو بلاؤں سے نجات دلاتے ہیں، ہر آفت و مصیبت سے بچاتے ہیں۔ حضرت مخدوم الملک بہاری رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات صدی میں فرماتے ہیں کہ ہر زمانہ ہر وقت چار ہزار تین سو اڑتالیس اہل اللہ موجود رہتے ہیں یعنی ۴۳۴۸ رموجود ہیں مگر ان کو کوئی نہیں پہچانتا اور وہ لوگوں کی نظروں سے مستور ہیں اصحاب حل و عقد و مقربان الٰہی سے تین سو اخیار ہیں، چالیس ابدال، چار اوتاد تین نقبا اور ایک قطب و غوث کے لقب سے ملقب ہوتا ہے۔ جب ان میں سے کوئی وصال کرتا ہے تو دوسرے شخص کو اس کی جگہ قائم فرماتا ہے ان کی صفائی احوال کی بدولت امت محمدیہ کی حاجت روائی ہوتی ہے۔ خود سید عالم ﷺ کی شان میں فرماتا ہے:

”وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ.[1] وَ مَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ“[2]

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ امت کو ہر گندگی سے پاک فرماتے ہیں، فقیروں کو غنی فرما دیتے ہیں۔ سورۂ احزاب میں ہے اے محبوب یاد کرو جب فرماتے اس سے جس کو اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی۔ دیکھیے قرآن مجید میں حضور کا غنی کرنا، نعمت دینا بیان کیا گیا ہے۔

وہابی لوگ ایسی باتوں کو شرک کہا کرتے ہیں یہ عجیب شرک ہے کہ قرآن شریف

(۱) القرآن الكريم، الآية: ١٦٤، آلِ عمران: ٣، پاره: ٤.
(۲) القرآن الكريم، الآية: ٧٤، التوبة: ٩، پاره: ١٠.

میں جا بجا موجود ہے، ۔دیکھو اللہ تعالیٰ اپنی تعریف میں فرماتا ہے:

"نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ"(۱)

نیز مسلمانوں کو بھی فرماتا ہے:

"وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ"(۲)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی مددگار ہے۔اور مسلمان بھی آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔یعنی اللہ بالذات مددگار ہے اور اس کے بندے بالعطاء۔اس کو خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، نہ وہ زندہ نہ مردہ اور شرک میں تفریق نہیں، جو چیز ایک کے لیے شرک ہوگی وہ دنیا میں جس کے لیے کی جائے گی شرک ہی ہوگی، اللہ ہونے میں مردہ اور زندہ دونوں برابر ہیں، مردہ اگر غیر اللہ ہیں اور ان کے لیے کوئی بات شرک ہے،تو زندہ بھی عین اللہ نہیں کہ ان کے لیے وہی کام مثلاً امداد و استعانت جائز ہو،صفت ذاتی جس کے لیے مانی جائے گی شرک ہی ہوگا،اور عطائی جس کے لیے بھی مانا جائے شرک نہ ہوگا۔

عزیزان! اتنا اور سمجھ لینا چاہیے کہ دنیا آخرت کا نمونہ ہے، دنیا کا بادشاہ ہر کام اپنے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ سلطنت وغیرہ کے کاموں کو دوسرے کے سپرد کرتا ہے، بلا واسطہ اس کے ہاتھ سے نہیں ہوتا ہے جو کام وہ خود اپنے ہاتھ سے کرسکتا ہے وہ بھی خود سے نہیں کرتا دوسروں سے کام لیتا ہے، یوں ہی خداوند عالم قادر ہے کہ سب کام بلا واسطہ خود اپنی قدرت سے انجام دے مگر اس نے فرشتوں کو تدبیر امور کے لیے مقرر فرمایا۔

خود فرماتا ہے:

"فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا"(۳)

---

(۱) القرآن الكريم، الآية: ٣١، حٰم سجده: ٤١، پاره:٢٤.

(۲) القرآن الكريم، الآية: ٧١، التوبة: ٩، پاره:١٠.

(۳) القرآن الكريم، الآية: ٥، النازعات: ٧٩، پاره:٣٠.

ملائکہ کو لیجیے، جان نکالنے کا کام ایک کے سپرد، انسانوں اور جانداروں کی حفاظت کے ایک کے سپرد، رزق پہنچانا، بارش نازل کرنا، ماں کے پیٹ میں بچہ بنانا، ان کی تقدیر لکھنا، مدفون میتوں سے سوال کرنا، صور پھونک کر مردوں کو جلانا، قیامت قائم کرنا، پھر قیامِ قیامت کے بعد دوزخ جنت کا کام وانتظام غرض دنیا وآخرت کے کام سب ملائکہ میں تقسیم فرما دیے۔ اسی طرح اپنے مقبول بندوں کے سپرد انتظامِ عالم فرمایا۔ اس کی معاذ اللہ یہ وجہ نہیں کہ وہ عاجز ہے، دوسرے کی مدد کا محتاج ہے، بلکہ سلطنتِ الٰہی کی شان کا اقتضا یہی ہے، یہی مقتضائے سلطنت الٰہیہ ہے۔

عزیزانِ من! اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب بندوں کو یہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ علاقۂ بدن سے جب ان کی روحیں جدا ہوتی ہیں تو ملا اعلیٰ سے مل جاتی ہیں اور ان کے لیے کوئی پردہ کوئی حجاب باقی نہیں رہتا، تمام عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے اسے پاس کی چیز کی طرح دیکھتے ہیں، اور تمام دنیا و مافیہا کا حال ان پر روشن رہتا ہے۔ تمام مشارق اور مغارب میں جہاں چاہتے ہیں پھرتے ہیں۔

ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ، علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

”ان النفوس القدسية اذا تجرت عن العلائق البدنية افصلت بالملاء الاعلىٰ ولم يبق لها حجاب فترى وتسمع الكل كالمشاهد. ملخصًا“(۱)

امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور میں فرماتے ہیں کہ روحین عالم برزخ میں رہتی ہیں تو دنیا بھر کی حالات دیکھتی ہیں، نیز فرشتوں کا حال مشاہدہ کرتی ہیں، آسمانوں پر آدمیوں کا حال بیان کرتی ہیں۔

امام قسطلانی ”مواہب الدنیہ“ علامہ زرقانی ”شرح مواہب“ اور علامہ ابن الحلال مکی ”مدخل“ میں فرماتے ہیں کہ جو مسلم عام برزخ میں ہیں وہ زندوں سے زیادہ ان کا حال جانتے ہیں۔

---

(۱) مرقات المفاتیح، باب الصلاة على النبی ﷺ، ج:۲، ص:۷٤٤.

حضرت شیخ محقق محدث دہلوی "اشعۃ اللمعات" میں فرماتے ہیں:

بالجملہ کتاب وسنت مملو ومشحون اند باخبار واثار کہ دلالت می کنند بر وجود علم موتی بدنیا واہل آن۔

مگر جاہل باخبار ومنکر دین طعن کرتا ہے۔ جب ہمارے علماے کرام مومن کا حال بیان کرتے ہیں تو ہمیں بزرگانِ دین کی نسبت یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کی عنایت سے انھیں ہمارے ہر حال کی خبر ہو جاتی ہے کیسے صحیح نہ ہوگا۔

حضرت محقق دہلوی "تکمیل الایمان" میں لکھتے ہیں:

تصرف اولیاء اللہ در عالم برزخ دائم وباقی ست وتوسل واستمداد بارواح مقدسہ، ایشان ثابت وموثر۔

عوارف المعارف، باب چھپن میں یہ حدیث نقل کی ہے:

"روی سعید بن المسیب عن سلمان رضی اللہ عنہ قال ارواح المومنین تذهب فی برزخ من الارض حیث شاءت بین السماء والارض حتی یردھا الی جسدھا"

روایت کیا سعید بن مسیب نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے انھوں نے کہا مومنین کی روحیں برزخ میں زمین سے چاہتی ہیں آسمان وزمین کے بیچ میں جاتی ہیں یہاں تک کہ رد کرے ان کو ان کے بدن میں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے "تذکرۃ الموتی والقبور" میں لکھا ہے:

ابن ابی الدنیا از مالک روایت کرد کہ ارواح مومنین ہر جا کہ خواہد می رود۔

اور اس سے پہلے ہی فصل میں شہدا کے بارے میں لکھا:

"حق تعالیٰ در حق شہدا می فرماید بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ اقول: شاید باشد مراد آں کہ حق تعالیٰ ارواح شان را قوت اجساد می دہد و ہر جا کہ خواہند سیر کنند و ایں حکم مخصوص شہدا نیست انبیا وصدیقین از شہدا افضل اند د اولیاء ہم در حکم شہدا اند کہ جہاد

بانفس کردہ اند کہ جہاد اکبر ست یعنی رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر ازان کنایہ ست ولہٰذا اولیا گفتہ اند ارواحنا اجسادنا واجسادنا ارواحنا یعنی ارواح ما کار اجساد می کنند و گاہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآید گویند کہ رسول اللہ را سایہ نبود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارواح ایشان وز مین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند می روند و دوستان و معتقدان را در دنیا و آخرت مددگاری می فرمایند و دشمنان را ہلاک می نمایند۔ انتہیٰ"

ان روایتوں سے ارواح کی سیر دنیا میں بھی ثابت ہے اور یہی مذہب اہل سنت و جماعت کا ہے۔ نجدی المذہب مولوی ظاہری پر وہ جو حفظ توحید وشرک کا رکھتے ہیں یہ بھی دھوکے کی ٹٹی ہے، حل مشکل، و دفع بلا، تحصیل منافع، وقدرت، وعلم وانجاح حاجات سے اگر مستقل بالذات مراد ہے تو غیر خدا کے لیے ماننا ضرور شرک ومنافی توحید ہے، مگر جاہل سے جاہل مسلمان خواب میں بھی کسی غیر خدا کی نسبت ایسا خیال کر نہیں سکتا، بیداری میں تو بڑی بات ہے۔ جاہل سے جاہل مسلمان ہرگز ایسا نہیں کہہ سکتا کہ مخلوق میں کسی کو بھی بے خدا کے بتائے کچھ علم ہے بے خدا کے دیئے، کچھ قدرت ہے بے خدا کے چاہے کوئی کام بھی نہیں کر سکتا ہے، اپنے ذاتی قدرت سے وہابیہ کے یہ مخاطبے مسلمان ہی سے تو ہیں تو اگر بالذات مراد ہوں تو شرک ضرور ہے مگر یہ ڈھول بے محل ہیں اور مسلمانوں کو اس کے خلاف کا معتقد جاننا محض افترا و بدظنی ہے جو قطعاً حرام ہے اور یہ قلب خبیث سے پیدا ہوتے ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گمان بد سے بچو اس لیے کہ گمان بد سے بڑھ کر کوئی جھوٹی بات نہیں بلکہ یہ سب سے جھوٹی بات ہے۔

امام تقی الدین سبکی "شفاء السقام" میں فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد مانگنے سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ حضور خالق ہیں اور بذات خود بغیر خدا کے قدرت دیئے ہوئے کام کرتے ہیں ایسا کوئی مسلمان قصد نہیں کرتا تو اس کی طرف پھیر کر استعانت کو منع کرنا دین میں دھوکا دینا اور عوام کو تشویش میں ڈالنا ہے۔

پھر فرمایا سید عالم ﷺ اور باقی انبیا و اولیا سے جو فریاد و استمداد کی جاتی ہے مسلمانوں کے دلوں میں اس کے یہی معنی ہیں کہ ان کو واسطہ اور وسیلہ جان کر ان سے مدد مانگتے ہیں۔

درمختار ورد المحتار میں ہے:

"ہم مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتے ہیں کہ وہ آدمی کو معبود جان کر اس کا قرب چاہتا ہے کہ ایسا تقرب کفر ہے اور وہ مسلمان کی شان سے بعید ہے۔"

ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن عثمان بن حنیف أنَّ رجلاً ضریر البصر أتی النبی ﷺ فقال: ادع اللہ أن یعافینی، فقال ان شئتَ دعوت، وان شئت صبرتَ فھو خیر لك، قال: فادعه قال: فامره أن یتوضأ فیحسن الوضوء، ویدعو بھذا الدعاء "اللھم انی اسألك واتوجه الیكَ بنبیكِ محمد نبی الرحمة إنی توجھتُ بك الی ربی فی حاجتی لتقضٰی لی ھذه اللھم فَشَفِّعْهُ فِیَّ.(۱)

یعنی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی انھوں نے کہا کہ ایک نابینا شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ رسول اللہ سے دعا کیجیے کہ اللہ میری آنکھیں کھول دے، حضور نے فرمایا: اگر تم کہوتو دعا کروں اور تم صبر کرو تو بہتر ہے، اس نے عرض کی: حضور دعا فرما دیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ جا اور وضو اچھی طرح کر کے یہ دعا مانگ، خداوندا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی رحمت کے نام پاک کا وسیلہ لاتا ہوں آپ کے واسطہ سے میں خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو۔ خداوندا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفارش میرے حق میں قبول فرما۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کی اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے، غریب ہے، اور صرف امام ترمذی ہی نے اس کو صحیح نہیں فرمایا بلکہ اور ائمہ نے بھی اس

---

(۱) جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب فی انتظار الفرج وغیر ذٰلك. ج:۲، ص:۱۹۷.

حدیث کی تصحیح کی یہ حدیث بدمذہبوں کے دلوں پر زخم کاری ہے۔اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کو حاجت کے وقت ندا ہے، اور حضور سے استعانت والتجا ہے۔

حصن حصین کی روایت ہے:

"لتَقْضی لی بصیغه "معروف ہے یعنی یارسول اللہ آپ میری حاجت روائی فرمائیں۔

ملا علی قاری حرز ثمین شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں:

"وفی نسخة نصیغة فاعل ای لتقضی الحاجة لی والمعنی تکون سببا لحصول حاجتی ووصول مرادی فالاسناد مجازی"

اب دافع البلا کو شرک کہنے والوں سے پوچھیے کہ آپ نے نابینا کو تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یوں عرض کرو اور ہم سے استمداد والتجا کر۔شرک وہابیت کو قصر جہنم میں پہنچانے کو یہی بس تھا؛ اس لیے کہ اولاً جو شرک ہے اس میں زمانہ حیات اور بعد وفات یا تفرقہ قرب وبعد یا غیبت وحضور سب میں مردود جس کا بیان او پر گزرانیا کا حاصل تعلیم یہ تھا، دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کا بالائی ٹکرا اللہ عزوجل سے عرض کرنا، پھر ہمارے پاس حاضر ہو کر یا محمد سے اخیر تک عرض کرنا اور دعا میں اخفا سنت ہے، اور آہستہ کہنے پر وہابیہ کی عقل ناقص پر غیب وحضور یکساں ہے۔عادی طور پر دونوں ندا بالغیب ہوں گی مگر قیامت تو سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے پوری کر دی کہ زمانہ خلافت حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ، میں بھی یہی دعا ایک حاجت مند کو تعلیم فرمائی اور ندا بعد الوصال سے وہابیوں پر آفت عظمیٰ ڈھائی۔

معجم کبیر طبرانی میں ہے:

"ایک شخص امیر المومنین عثمان غنی کی بارگاہ میں اپنی حاجت کے لیے حاضر ہوا کرتے امیر المومنین ان کی طرف التفات نہ فرماتے ایک دن حضرت عثمان بن حنیف سے ملے اور ان سے شکایت کی حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا وضو کی جگہ جا کر وضو

کرو پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو پھر یوں دعا کرو:

"اللھم انی اسئلك و اتوجه الیك الخ"

صاحب حاجت نے ایسا ہی کیا بعدہٗ امیر المومنین کی بارگاہ میں حاضر ہوئے امیر المومنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور فرمایا: کیسے آئے انھوں نے اپنی حاجت عرض کی۔امیر المومنین نے فوراً حاجت روائی فرمائی حاجت مند امیر المومنین کے پاس سے نکل کر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزاے خیر دے، حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے تمہارے بارے میں امیر المومنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہے یہ کہ نبی ﷺ کو دیکھا حضور کی خدمت میں ایک نابینا حاضر ہوا اور اپنی نابینائی کی شکایت کی حضور نے ان کو یہ دعا تعلیم دی اس نابینا نے نماز پڑھ کر یہ دعا کی انکھیارا ہو گیا۔

بخاری و ابو نعیم اور بیہقی کی روایت ہے کہ وہ اندھا اٹھ کھڑا ہو گیا اور آنکھ اس کی روشن ہو گئی گویا اس میں کچھ خلل ہی نہ تھا اس دعا کی برکت سے ہر حاجت پوری ہوتی ہے، علامہ ابن جزری اپنی کتاب حصن حصین میں فرماتے ہیں جس کسی کو کوئی حاجت یا مشکل پیش آئے اس نماز کو پڑھے ہر حاجت بفضل خدا پوری ہو۔شرح ابن ماجہ و جذب القلوب میں ہے کہ یہ عمل عہد صحابہ میں بعد وفات رسول اللہ ﷺ بھی کیا گیا، چناں چہ حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں بھی ایک صاحبِ حاجت کو یہ دعا حضرت عثمان بن حنیف نے تعلیم دی اور اس سے فائدہ ہوا۔

عزیزانِ من! اس حدیث میں یا محمد کی پکار ہے اور وسیلہ کا ثبوت ہے، ایک نجدی مولوی نے لکھا ہے کہ اس کے اسناد میں عثمان بن خالد ہے اور کتاب تقریب میں ان کو شروک الحدیث لکھا ہے، حالاں کہ اسناد میں عثمان بن عمر ہے جس کا جی چاہے ترمذی شریف و ابن ماجہ دیکھ لے۔ یہ حدیث محدثوں کی جانچی پڑتال کی ہوئی ہے، اسی طرح کتب حنفیہ میں بھی اس کی تصریح ہے۔علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح کبیر نبیہ

میں اس نماز کا تذکرہ کر کے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عزیزانِ من! گاہ گاہ پڑھا کرو نماز نہ ہو تو اچھی نیت سے صرف دعا ہی پڑھا کرو اس کا جواز قرآن وحدیث سے معلوم کرنا چاہو تو یہ آیت کریمہ تلاوت کرو:

"وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا"(۱)

قرآن شریف کے نازل ہونے کے قبل یہودی حضور کی نبوت کے مقر ومعترف تھے، اس لیے حالات جنگ میں اپنی شکست کے خوف سے جنابِ الٰہی میں حضور کے نامِ پاک کو وسیلہ بنا کر فتح ونصرت طلب کرتے تھے اور جانتے تھے کہ آپ کا نام اس قدر برکت والا ہے کہ اس کے ذکر اور اس کے توسل سے فتح حاصل ہوتی ہے، یہ ہے قرآنِ پاک کا بیان انبیا کے پکارنے اور مشکلوں میں ان کے ساتھ توسل کی برکت اور اس سے حاجت برداری کا ثبوت، جس کو شرک پرست لوگ شرک کہا کرتے ہیں اور قرآن مجید کی مخالفت کی بھی پرواہ نہیں کرتے، اگر کسی کو پکارنا شرک ہو جائے تو دنیا میں سب کے سب کام شرک ہو جائیں، کوئی موجود شرک سے نہ بچے، ماں باپ نے بچے کو پکارا شرک ہو گیا، آقا نے نوکر کو پکارا شرک ہو گیا، قرآن شریف کی کوئی ایسی آیت قراءت کی جس میں غیر خدا کو ندا ہے، جیسے:

"يٰاَيُّهَا الرَّسُوْل، يٰاَيُّهَا النَّبِي، خذ الكتب بقوة، يا موسىٰ، يا مريم، يا عيسىٰ، يا بنى اسرائيل، يٰادم"

اور اگر کوئی آیت ایسی جس میں ندا ہو نہ پڑھی، لیکن جب قعدہ میں بیٹھا اور التحیات پڑھی جیسے ہیں السلام علیك ایها النبی کہا شرک ہو گیا، نماز پڑھنے کھڑا تھا اظہار عبودیت کے لیے، لیکن نماز پڑھتے پڑھتے نجدی دھرم پر مشرک ہو گیا، ایک تو غیر خدا کو پکارا اور وہ بھی نماز میں تقویت الایمان کے رو سے ہر نمازی مشرک اور نماز پڑھنا شرک ٹھہرتا ہے۔"لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ"

(۱) القرآن الکریم، آیت: ۸۹، البقرۃ: ۲، پارہ: ۱۔

زیارتِ قبور

عن بریدة رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللہ ﷺ: کنتُ نہیتکم عن زیارة القبور، فزوروھا.(۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی سید عالم ﷺ نے فرمایا میں تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا سنتے ہو اب ان کی زیارت کیا کرو۔

فائدہ:- اس حدیث میں قبروں کی اجازت مل گئی اور یہ اجازت عام ہے، مردوں عورتوں سب کو اجازت ہے، لعدم التخصیص بعض لوگ عورتوں کو زیارت قبور سے منع کرتے ہیں اور سند میں صاحب غنیۃ کو پیش کرتے ہیں کہ انھوں نے مکروہ لکھا ہے اور حدیث شریف: "لعن اللہ زوارات القبور" سے دلیل پکڑتے ہیں حالاں کہ اس حدیث کی سند بہت ضعیف ہے اس میں ابوصالح باذام ہے جن کی روایت اہل فن کے نزدیک قابل اعتبار نہیں، عورتوں کو زیارت قبور کے لیے جانا بھی تعمیم حدیث سے جائز ہے، حرمین شریفین میں اسی پر عمل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عورتوں کو مطلقاً مساجد میں جانے کی ممانعت ہوتی تو متون وشروح فقہ میں ان کی صف بندی کا ذکر نہ ہوتا، حالاں کہ تمام کتب فقہ اس سے مملو ہیں۔

بعض حضرات ایک عذر یہ بھی پیش کرتے ہیں عورتوں سے ادب برتا نہ جائے گا، حزن وغم کا اظہار کریں گی اس لیے عورتوں کو قبروں کی زیارت کے لیے نہ جانا چاہیے، لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی زیارت سے نہ روکی جائیں، قبل

(۱) صحیح المسلم، کتاب الجنائز، باب فضل فی الذھاب الیٰ زیارة القبور، ج:۱، ص:۳۱٤.

حاضری تعلیم ادب دینی چاہیے۔ میں کہتا ہوں کہ جب تعلیم کے بعد جائز ہے تو بزرگوں کے مزارات پر بھی بعد تعلیم ادب جانا جائز ہوگا۔ مسلمانو! جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو عام اجازت عطا فرمائی ہے اسی لیے فقہاے کرام نے مردوں عورتوں سب کے لیے زیارت قبور کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

بحر الرائق میں قول اصح یہی لکھا ہے کہ عورتیں بلا کراہیت زیارت قبور کر سکتی ہیں۔ علامہ شامی نے لکھا کہ ہمارے مذہب اصح پر امام کرخی کا قول ہے کہ زیارت قبور میں مرد عورت سب داخل ہیں اور احادیث نبویہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔ پہلی حدیث حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے فرماتی ہیں:

كنتُ أدخلُ بيتِى الذى دُفِنَ فيه رسولُ الله ﷺ وأبى فَاَضَعُ ثَوْبى وأَقُوْلُ إنما هو زَوْجى وأبى فلما دُفِنَ عمرُ معهم فوالله مادخلتُ إلّا وأنا مشدودةٌ على ثيابى حياءً من عمرَ.(۱)

اس مکان جنت نشان میں جہاں حضور پرنور کا مزار پاک ہے، یوں ہی بے حجاب چلی جاتی تھی اور جی میں کہتی کہ یہاں کون ہیں یہی میرے شوہر اور میرے والد لیکن جب سے عمر دفن ہوئے خدا کی قسم میں بغیر سراپا چھپائے نہ گئی، عمر سے شرم کے باعث۔

اس حدیث سے زیارت قبر کے علاوہ یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ اگر حضرت ام المومنین کے نزدیک ارباب مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا تو اس شرم کے کیا معنی ہیں اور دفنِ عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اس لفظ کا کیا منشا تھا کہ اس مکان میں میرے شوہر اور میرے والد بزرگوار ہی تو ہیں غیر کون ہے، اور حضرت عمر سے حیا کے کیا معنی۔ دوسری حدیث:

قال ابن الجوزى فى الوفاء عن على بن ابى طالب رضى الله عنه قال لما مات رسول الله ﷺ و دفن جاءت فاطمة (رضى الله عنها) واخذت قبضة من تراب ووضعتها على عينيها و بكت. ملخصًا.(۲)

(۱) مسند احمد بن حنبل، ج:٦، ص:٢٠٢.
(۲) وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ، ج:٤، ص:٢١٧، دار الكتب العلميه، بيروت

علامہ ابن الجوزی نے وفا میں بسند ذکر کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اور دفن کیے گئے تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مزار پر آئیں اور ایک مٹھی خاک پاک قبر مبارک لے کر آنکھوں سے لگایا اور روئیں۔

محبانِ من! اگر قبر پر اظہار حال مصائب ناجائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا ایسا نہ کرتیں اور فقہاے محققین مثل علامہ شامی و علامہ کرخی اور صاحب بحر الرائق وغیرہ فرماتے ہیں کہ عورتیں بھی اس اجازت میں داخل ہیں اور بلا کراہت زیارت قبور کرسکتی ہیں۔

تیسری حدیث سنن ترمذی کتاب الجنائز میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا مکہ معظّمہ کے قریب ایک گاؤں حبشی میں انتقال ہوا، اور مکہ معظّمہ میں مدفون ہوئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ جب مکہ معظّمہ آئیں، بھائی کی قبر پر تشریف لے گئیں اور ماتمی شعر کے بعد بھائی کو مخاطب کر کے فرمایا، بھائی اگر میں آپ کے پاس اخیر وقت میں ہوتی تو آپ وہیں مدفون ہوتے جہاں انتقال ہوا تھا اور اگر میں آپ کے پاس اس وقت ہوتی تو آج آپ کی زیارت کو نہ آتی۔ (۱)

اس حدیث سے عورتوں کو زیارت قبور کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سماع اموات کی بھی قائل تھیں ورنہ یہ سلام وکلام کیسا؟

چوتھی حدیث حاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح اور بیہقی نے دلائل النبوت میں

(۱) حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

"توفی عبد الرحمٰن بن ابی بکر بالحُبشی، قال: فحمل الیٰ مکة، فدفن فیها فلما قدمت عائشة، اتت قبر عبد الرحمٰن بن ابی بکر، فقالت: وکنا کندمانی جذیمة حِقْبةً من الدهر حتی قِیْل لن یتصدعا فلما تفرقنا کأنّی ومالکالطول اجتماع لم نَبِتْ لیلة معا ثم قالت: والله لو حضرتُك ما دُفِنْتَ الا حیث مُتَّ ولو شهدتُك مازُرْتُك." (جامع الترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الزیارة للقبور للنساء، ج:۱، ص:۱۲۵.)

بطریق عطاف بن خالد فخروی عبد الاعلیٰ بن عبد اللہ اور وہ ابن والد عبد اللہ بن فروہ سے راوی کہ حضور انور ﷺ زیارت شہدا کو تشریف لے گئے اور عرض کیا کہ الٰہی تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں اور تا قیامت جو ان کی زیارت کو آئے گا اور ان کو سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔

تتمہ حدیث ہے:

حضرت عطاف فرماتے ہیں کہ میری خالہ مجھ سے بیان کرتی تھیں کہ میں ایک بار زیارتِ قبور شہدا کو گئی، میرے ساتھ دو لڑکوں کے سوا اور کوئی نہ تھا جو میرے سواری کا جانور تھامے ہوئے تھے، میں نے مزارات پر سلام کیا جواب سنا آواز آئی خدا کی قسم ہم تم لوگوں کو ایسا پہچانتے ہیں، جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے کو۔ یہ سن کر میرے بدن کے بال کھڑے ہو گئے سوار ہوئی اور واپس آئی۔

مؤلف کہتا ہے کہ میرے قدیمی محب و مخلص ڈاکٹر احمد الرحمٰن پٹاسپوری، ضلع مدنا پور دلائل الخیرات کے عامل تھے، دین و ایمان کا تذکرہ ان کا مشغلہ تھا، ان کے انتقال کے بعد قبرستان بخیالِ ایصال ثواب گیا، میرے ساتھ کوئی آدمی نہ تھا جب قبر کا علم نہ ہوا تو ہر قبر پر فاتحہ پڑھنا شروع کیا، یکا یک ایک جانب سے آواز آئی مولانا صاحب! مجھے بھول نہ جائیں، جیسے گفتگو مجھ سے کرتے تھے ویسی ہی گفتگو کی۔ سن کر میں اس قبر پر گیا جس سے آواز آئی تھی۔ آج بھی جب اڑیسہ جاتا ہوں اس مخلص کے قبر پر ضرور جاتا ہوں، اور لطف اندوز ہوتا ہوں۔ مزار محلہ ملا شاہی بھدرک اڑیسہ میں ہے۔

پانچویں حدیث امام محمد بن محمد غزالی "احیاء العلوم" میں فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق اپنے والد امام باقر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی پردادی حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ اپنے والد کے چچا حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کو جایا کرتی تھیں اور وہاں جا کر نماز پڑھا کرتی تھیں اور ان کے پاس روتی تھیں۔

اس وقت صرف پانچ حدیثوں پر اکتفا کرتا ہوں، ورنہ چاہوں تو خاص اسی

مبحث میں ایک مستقل کتاب لکھ دوں۔ الغرض ان تمام حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو بھی زیارت قبور کی اجازت ہے اور وہ بلا کراہیت جا سکتی ہیں۔

عزیزانِ من! قبروں کی زیارت سے فوائد کثیرہ حاصل ہوتے ہیں ورنہ بڑی بڑی ہستیاں زیارت کو نہ جایا کرتیں۔

ردالمحتار، ج:۱ص:۹ ۴۳ رمیں ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جب مجھ کو کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے نزدیک دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں وہ حاجت پوری ہو جاتی ہے۔[1]

اور ان سے زیادہ اصحاب رسول اللہ روضہ پاک رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے فائدہ اٹھاتے ہوں گے۔ جس سے خود واقف ہوں گے۔ چناں چہ امام ابن حجر مکی "جواہر منظم" اور مؤلف مصباح الطریقت نے نقل کیا ہے کہ بعدِ وصال رسول اللہ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے، روضۂ اقدس کو بوسہ دیا اور منھ قبر مبارک سے مل کر روتے تھے۔ بات یہ ہے کہ جو قبر سے فائدہ اٹھاتا ہے وہی جانتا ہے اور جس نے اپنی بدباطنی سے فائدہ نہیں اٹھایا وہ منکر رہا۔ مجھے یقین ہے کہ جو اولیاے اللہ کے ہاں جاتا ہے وہ خالی ہاتھ واپس نہیں آتا، اپنے ظرف کے اعتبار سے ضرور لے کر آتا ہے، عام ازیں کہ قبلِ وصال جائے یا بعدِ وصال ان حضرات کا جینا اور مرنا برابر ہے بلکہ بعد وصال روحانیت اور زیادہ قوی ہو جاتی ہے۔

امام الائمہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کو وصیت کی اس وصیت نامہ کو صاحب بحر الرائق نے کتاب "الاشباہ والنظائر" کے ص:۶۵۴ رمیں درج کر دیا ہے۔ اس میں ہے کہ ہمیشہ موت کو یاد رکھو اور اپنے استاد اور جس سے تم نے علم حاصل کیا ہے ان کی مغفرت کی دعا کیا کرو اور ہمیشہ قرآن شریف

(۱) ردالمحتار، ج:۱، ص:٤٣٩.

کی تلاوت کیا کرو اور بکثرت قبروں کی زیارت کیا کرو، اور مشائخ کی زیارت کیا کرو، اور مقدس و متبرک مقامات کی زیارت کو جایا کرو۔

عزیزانِ من! دیکھو امام اعظم کے نزدیک روح باقی رہتی ہے تو اس کے قوائے روحانیہ بھی باقی رہتے ہیں، "شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور" میں امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

الارواح باقية بعد خلقها بالاجماع.

یعنی روحیں پیدائش کے بعد بالاجماع جاودانی رہتی ہیں۔

علامہ ابن قیم کتاب المعارف ص: ۵ ر میں لکھتے ہیں کہ اثارِ متواترہ سے ثابت اور سلف کا اجماع ہے کہ مردے زائرین کو پہچانتے ہیں اور ان کے آنے سے خوش ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ علامہ شامی نے مقابر میں پیشاب کرنے کو منع لکھا ہے بلکہ دیلمی نے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

الميت يوذيه فی قبره ما يوذيه فی بيته.

یعنی جس بات سے میت کو گھر میں ایذا ہوتی ہے اس سے قبر میں بھی تکلیف پہنچتی ہے، میت کو جمادِ محض کی طرح جاننا معتزلیوں کا مسلک ہے اور انھیں سے وہابیوں نے یہ سیکھا ہے۔

حدیث بست و پنجم (۲۵)

بیعت اور اس کے طریقے

عن عوف بن مالك الا شجعی قال كنا عند النبی ﷺ تسعة او ثمانية او سبعة فقال الا تبايعون رسول الله ﷺ وكنا حديث عَهْد ببيعة فقلنا قدبا بعناك يا رسول الله ﷺ فقال الاتبايعون رسول الله ﷺ فقلنا قدبا يعناك يارسول الله ثم قال الاتبايعون رسول الله ﷺ قال فبسطنا ايدينا و قلنا قد بايعناك يارسول الله فعلى مانبايعك يارسول الله قال ان تعبدوا الله ولا تشركوا به شيئًا والصلوات الخمس وتطيعوا الله واسرَّكلمةَ خفيةً ولا تسئلوا الناس شيئًا فلقد رأيت كان بعض اولئك النفر يسقط سوطُ احدهم فما يسئل احدا ينا وله اياه. (۱)

حضرت عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے نو آدمی تھے یا آٹھ یا سات حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم رسول اللہ سے بیعت نہیں کرتے ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیے اور عرض کی کہ ہم لوگ کس بات پر حضور سے بیعت کریں یارسول اللہ حضور نے فرمایا ان باتوں پر کہ اللہ کی پرستش کرو اور کسی کو اللہ کا ساجھی نہ ٹھہراؤ، پانچوں وقت کی نماز پڑھا کرو اور سنو اور جو کچھ ہم کہیں اس کو مانو اور ایک بات بہت آہستہ فرمائی، راوی کہتے ہیں اور وہ یہ کسی سے کچھ مانگو تو میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ اگر کسی کا کوڑا گر جاتا تو کسی سے یہ نہیں کہتے کہ کوڑا مجھے دو بلکہ خود گھوڑے سے اتر کر اٹھالیا کرتے تھے۔

---

(۱) صحیح المسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب النهی عن المسئلة، جلد اول، ص:٣٣٤.

فائدہ:- بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ حضور سے بیعتِ طریقت منقول نہیں صرف کافروں کو بیعت اسلام تو ہو نہیں سکتی کہ تحصیل حاصل ہے، اور مضمون بیعت سے ظاہر کی یہ بیعتِ جہاد بھی نہیں، پس بدلالت الفاظ ثابت کہ یہ بیعت التزام واحکام اعمال کے لیے ہے اور التزام و احکام اعمال کے لیے جو بیعت لی جاتی ہے اسی کو بیعتِ طریقت کہتے ہیں۔

بخاری ونسائی میں حضرت سیدنا عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی کہ ہر آسانی ودشواری اور ہر خوشی و ناگواری میں حکم سنیں گے، اور اطاعت کریں گے اور اولوالامر کے حکم میں چوں و چرا نہ کریں گے۔[1]

اس حدیث میں بھی لفظ جہاد نہیں ہے، پس بیعت طریقت ہی مراد ہے اور اس سے انکار نہ کرے گا مگر حدیث سے ناواقف سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سی صورتوں میں بیعت لی ہے لیکن صوفیہ کرام میں تین قسمیں رائج ہیں:

پہلی بیعت تو یہ معاصی سے دوسری بیعت تبرک، تیسری بیعت ارادت یعنی بقصدِ تبرک صالحین کے سلسلہ میں داخل ہونا یہ بھی مفید ہے اور دنیا وآخرت میں کارآمد، اولاً ان کے خاص غلاموں اور مالکان راہ طریقت سے اس امر میں مشابہت ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبه بقومٍ فهو منهم.[2]

---

(۱) اصل حدیث یہ ہے:

عن عبادة بن صامت قال: يا يعنا رسول الله ﷺ على السمع والطاعة فى المنشط والمكره وان لاننازع الامر اهله ونقوم أو ان نقول بالحق حيث ماكنّا لانخاف فى الله لومة لائم. (صحيح البخارى، ج:۲، ص:۱۰۶۹، كتاب الاحكام، باب كيف يبايع الامام الناس)

(۲) سنن ابى داؤد، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرةِ، ج:۲، ص:۵۵۹.

جو جس قوم سے مشابہت حاصل کرے وہ انھیں میں سے ہے۔

ثانیاً: ان غلامانِ خاص کے ساتھ ایک سلک میں منسلک ہو جانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

هُمُ القومُ لا يَشقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ.(۱)

وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں ہوتا۔

ثالثاً: محبوبانِ خدا یہ رحمت ہیں وہ اپنے نام لینے والوں کو اپنا کر لیتے ہیں۔

تیسرا طریقہ بیعت الارادت ہے کہ اپنے ارادہ واختیار سے یکسر باہر ہو کر اپنے کو شیخ و مرشد کے ہاتھ میں بالکل سپرد کر دے، اسے مطلقاً اپنا حاکم و مالک ومتصرف جانے اس کے چلانے پر راہ سلوک چلے بغیر اس کی مرضی کے کوئی قدم نہ رکھے، عوارف شریف میں ہے:

دخوله فی حكم الشيخ دخوله فی حكم الله و رسوله واحياء سنة المبايعة.

شیخ کے زیر حکم ہونا اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زیر حکم ہونا ہے اور اس کی بیعت کی سنت کا زندہ کرنا ہے اس کے تصرف سے جو کچھ صحیح معلوم نہ ہوں ان میں حضرت خضر علیہ السلام کے واقعات کا یاد کر کے تسلی کرنا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ مجھ کو مرید ہونے کی ضرورت نہیں۔ روزہ ونماز وغیرہ میرے لیے کافی ہیں۔ جواباً عرض ہے آپ کے لیے بے شک کافی ہیں ساتھ ساتھ اتنا اور فرما دیجیے کہ مجھے اللہ ہی کافی ہے اور دلیل میں یہ آیت پڑھیے:

"اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ"(۲) اور اس حدیث کو بھی پڑھیے:

مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا الله دَخَلَ الجنةَ وان زَنٰى وان سَرَقَ.(۳)

(۱) صحيح لمسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل مجالس الذكر، ج:۲، ص:٣٤٤.
(۲) القرآن الكريم، الآية:٣٦، سوره زمر: ٧٥، پاره:٢٣.
(۳) مشكاة المصابيح، كتاب الايمان، ص:١٤.

پس رسول اللہ پر بھی ایمان لانے کی ضرورت نہیں، دلیل میں قرآن کی آیت موجود ہے اور بخاری کی حدیث موجود ہے، لیکن درحقیقت یہ بعض آیت پر ایمان اور بعض سے کفر ہے جس کتاب کو اللہ کی کتاب جانتے ہو اسی میں ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ"(۱)

اسی کتاب میں ہے:

"وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ"(۲)

نیز فرمایا:

"كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ"(۳)

اب اور سمجھ لیجیے کلمہ کا پہلا جز لا الہ الا اللہ مسلمان ہونے کے لیے کافی نہیں، جب محمد رسول اللہ ملتا ہے تب ایمان پورا ہوتا ہے۔ یوں ہی پورے قرآن پر ایمان لانا مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ اب سید عالم ﷺ کا فعل دیکھیے۔ سورۂ فتح پڑھیے، سورۂ ممتحنہ کو سمجھیے حکم الٰہی ہوتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ"(۴)

یعنی مسلمان بی بیاں آپ سے بیعت کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوں تو ان سے ان باتوں پر بیعت لیجیے۔

پھر احادیث نبویہ کو غور و فکر سے پڑھیے۔ یہاں تک کہ نبی ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے صاحب زادہ جن کی عمر سات یا آٹھ سال کی تھی بیعت لی۔

اگر مرشد بنانا ضروری نہیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بچوں کو عورتوں کو داخل سلسلہ کیوں کیا؟ صحابہ اور ان کی بیویاں، بچے، بچیاں داخل سلسلہ کیوں

---

(۱) القرآن الكريم، الآية: ١٠، الفتح: ٤٨، پارہ: ٢٦.
(۲) القرآن الكريم، الآية: ٣٥، المائدة: ٥، پارہ: ٦.
(۳) القرآن الكريم، الآية: ١١٩، التوبة: ٩، پارہ: ١.
(۴) القرآن الكريم، الآية: ١٠، الممتحنة: ٦٠، پارہ: ٢٨.

ہوئیں، کیا یہ حضرات پرہیزگار نہ تھے؟ نماز روزہ کے عامل نہ تھے؟ کیا قرآن مجید کی تلاوت نہ کیا کرتے تھے؟ کیا وہ مسلم نہ تھے؟ بچوں کو کیوں مرید کیا، کیا وہ بچہ مکلف تھا؟ کیا وہ بچہ بغیر بیعت کے مسلم کہلانے کا حق دار نہ تھا؟ تھا اور ضرور تھا لیکن صرف اتنا بتانا مقصود تھا کہ اسلام لانے کے بعد اولیاء اللہ کے دامن سے وابستہ ہونا ضرور ہے۔

محبانِ من! بیعت کو مسنون ہی کہا جائے گا، مگر علمائے حق کے نزدیک بیعت کے اندر بہت ہی اہمیت ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ بے پیر فلاح نہ پائے گا۔

مولف کے قلم سے ایک رسالہ "قمر الھدایه فی البیعة الولایة"[۱] شائع ہو چکا ہے، سلسلہ بیعت اور اس کے متعلق من وعن باتوں کا خوب تذکرہ ہے، منکر بیعت کو غور سے پڑھنا چاہیے، پس جو منکر راہ طریقت ہیں ان کو کسی اہل سنت و جماعت سے بیعت کر لینا چاہیے۔

امام اجل عبد الوہاب شعرانی اپنی کتاب "میزان الشریعۃ الکبریٰ" میں فرماتے ہیں کہ تمام مجتہدین اپنے پیروں کی شفاعت کرتے ہیں، دنیا و برزخ و قیامت میں ہر جگہ کی سختی میں ان پر نگاہ رکھتے ہیں، یہاں تک کہ پل صراط سے پار ہو جائیں۔ انھیں امام نے اسی کتاب میں فرمایا کہ میں نے کتاب اجوبہ میں فقہائے کرام وصوفیائے عظام سے نقل کیا ہے کہ تمام ائمہ وفقہا وصوفیا اپنے اپنے مقلد اور معتقدوں کی شفاعت کرتے ہیں، اور جب ان کے مقلد کی روح نکلتی ہے، جب منکر نکیر ان سے سوال کرتے ہیں، جب اس کا حشر ہوتا ہے، جب نامہ اعمال کھلتا ہے، جب حساب کیا جاتا ہے، جب عمل تلتے ہیں، جب پل صراط پر چلتا ہے، غرض ہر حال میں ان کی نگہبانی فرماتے ہیں اور کسی جگہ ان سے غافل نہیں رہتے ہیں اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

جب ہمارے استاد شیخ الاسلام ناصر الدین لقانی مالکی علیہ الرحمہ کا وصال ہوا تو

---

(۱) یہ کتاب ایک مرتبہ مصنف علام کی زندگی میں شائع ہوئی تھی پھر دوبارہ نئے رنگ وآہنگ اور جدید آب وتاب کے ساتھ ۱۱۱ رویں عرس شاکر کے موقع پر منظر عام پر آئی اور مارکیٹ میں دستیاب ہے۔

بعض صالحین نے انھیں خواب میں دیکھا، پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ آپ نے فرمایا کہ جب منکر نکیر نے ہم سے سوال کیا تو امام مالک علیہ الرحمہ تشریف لائے اور ان سے فرمایا کہ ایسا شخص بھی اس کی حاجت رکھتا ہے کہ اس سے اللہ و رسول کے بارے میں سوال کیا جائے ان کے پاس سے الگ ہو جاؤ، امام مالک کے یہ فرماتے ہی منکر نکیر مجھ سے الگ ہو گئے۔

یہ ہیں مشائخ کرام قدست اسرارہم کہ ہر ہول و سختی کے وقت دنیا و آخرت میں اپنے پیروؤں اپنے مریدوں اپنے معتقدوں کا خیال رکھتے ہیں۔ چناں چہ حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو کسی تکلیف میں مجھ سے مدد چاہے گا اس کی وہ تکلیف دور ہوگی اور جو کسی سختی میں مجھ ندا کرے گا وہ سختی دور ہوگی اور جو کسی حاجت میں مجھے اللہ کی جناب میں وسیلہ بنائے گا اس کی حاجت پوری ہوگی۔

خدمتِ پرہیز گاراں کا اجر

عن انس قال، قال رسول الله ﷺ: "يُصَفُّ" اهل النار فيمر بهم الرجل من اهل الجنة، فيقول منهم يا فلان! اما تعرفنى، انا الذى سقيتك شربةً وقال بعضهم: انا الذى وهبتُ لك وَضوءً، فيشفع له فيُدخلُه الجنة.(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوزخی صف بستہ کیے جائیں گے پھر ان پر ایک جنتی گزرے گا اس سے ایک دوزخی کہے گا آپ مجھے نہیں پہچانتے ہیں میں وہ ہوں میں نے آپ کو ایک مرتبہ پانی پلایا تھا، دوسرا دوزخی کہے گا میں نے آپ کو وضو کے لیے ایک دن پانی دیا تھا وہ بہشتی اس کی سفارش کر کے اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ اس حدیث کی شرح میں شیخ محقق محدث عبد الحق دہلوی نے لکھا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فاسقوں گنہگاروں میں سے جو اہل طاعت و تقویٰ کی خدمت و اعانت کرے گا آخرت میں اس کا بدلہ دیا جائے گا، اور ان کی شفاعت سے بہشت میں داخل کیا جائے گا۔ الغرض اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ادنیٰ تعلق و محبت سے عالم آخرت میں فائدہ پہنچے گا۔ پھر اس شخص کا کیا کہنا جو کسی ایسے سے غلامی کی نسبت رکھتا ہو اور اپنے کو کسی بڑے کے دامن سے وابستہ کر رہا ہو۔

مؤلف بہجۃ الاسرار نے حضرت موسیٰ بن ابی عمران کا تذکرہ کیا ہے کہ جب ان کا کوئی مرید انھیں پکارتا ہے تو وہ اسے جواب دیتے اور مدد کرتے ہیں۔ اگر چہ پکارنے والا سال بھر یا اس سے زیادہ کی راہ پر ہو۔ امام عبد الوہاب شعرانی "لواقح الانوار" میں

(۱) مشكاة المصابيح، باب الحوض والشفاعة، الفصل الثانى، ص:٤٩٤.

فرماتے ہیں کہ سیدی محمد حنفی اپنے مرض الموت میں فرماتے تھے:

جسے کوئی حاجت پیش آئے اور وہ میری قبر پر آ کر طلب کرے میں روا کر دوں گا۔ حضرت مولانا حاجی "نفحات الانس" میں فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا روم نے وقت انتقال فرمایا:

از رفتن من غم ناک مشو در حالتیکہ باشد مرا یاد کنید تا من شمارا مدد باشیم در حالتیکہ باشم۔

ایسا ہی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے حضرت محمد رزق علیہ الرحمہ کا حال "بستان المحدثین" میں لکھا ہے: علامہ شامی ردالمحتار میں لکھتے ہیں:

جس کی کوئی چیز گم ہو جائے وہ بلندی پر جا کر سیدی احمد بن علوان کے لیے فاتحہ پڑھے پھر انھیں یا سیدی احمدی یا ابن علوان کہہ کر ندا کرے اور کہے کہ یا حضرت میری فلاں گم شدہ چیز مل جائے۔ (۱)

عزیزانِ من! اللہ تعالیٰ نے اولیاے اللہ کو مظہر عون بنایا ہے اس لیے سنت یہ ہے کہ اولیاے اللہ کے ہاتھوں اور ان کے ذریعہ سے لوگوں کی حاجت روائی ہو، بلکہ اولیاے کرام فرماتے ہیں کہ تم اپنی مصیبت میں ہمیں پکارو، ہم سے کہو، ہم تمہاری مدد کریں گے۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان امور میں تصرف کی قوت عطا فرمائی ہے، انھیں نفع ونقصان پہنچانے کا مختار کیا ہے، اگر یہ باتیں بعطاے الٰہی ان کی قوت و

---

(۱) اس کی اصل عبارت یہ ہے:

"قرر الز يادى أن الإنسان إذا ضاع له شئي وأراد أن يرده الله سبحانه عليه، فليقف علىٰ مكان عالى مستقبل القبلة و يقرأ الفاتحة و يهدى ثوابها للنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ثم يهدى ثواب ذلك لسيدى أحمد بن علوان و يقول: يا سيدى أحمد يا ابن علوان إن لم ترد على ضالتى وإلا نزعتك من ديوان الأولياء، فان الله تعالىٰ يرد علىهن قال ذلك ضالته ببركته أجهورى مع ز يارة. ردالمحتار، ج:٦، ص:٤٤٧، كتاب اللقطة، دارالكتب العلمية، بيروت."

اختیار میں نہ ہوتیں تو کبھی دینے کا وعدہ نہ فرماتے اور یہ نہ فرماتے ہم سے یہ چیز مانگو ہم ہم تمھیں دیں گے۔ ان باتوں سے صاف معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قوت بخشی ہے، تصرف عنایت فرمایا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اپنی حاجتیں اللہ کے محبوبوں اللہ کے مقربوں اولیاے اللہ سے مانگو وہ تمھیں عطا کریں گے۔

طبرانی و ابن اسنی میں ہے سید عالم ﷺ نے فرمایا جب تمہاری کوئی چیز گم ہو جائے یا کوئی جانور چھوٹ جائے اور تم ایسی جگہ ہو جہاں کوئی تمہارا مددگار نہ ہو تو تم اللہ کے بندوں سے مدد چاہو انھیں پکار کر کہو: یا عباد الله اعینونی، یا عبد الله اجیبوا. اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری حاجت روائی کرو۔ میرے جانور کو روک دو، اللہ کے بندے تمہاری مدد کریں گے۔

بعض صاحب فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں میں زندوں سے مدد مانگنے کا تذکرہ ہے، جواباً عرض ہے کہ نجدی تیس پاروں میں سے کوئی آیت دکھا دے کہ اللہ تعالیٰ نے شرک میں تفریق فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ زندوں سے مدد مانگو، مردوں سے مدد مانگنا شرک و کفر ہے۔ یاد رکھو غیر اللہ ہونے میں زندہ مردہ دونوں برابر ہیں، تصرف وقوت و اختیار ذاتی جس کے لیے مانا جائے شرک ہے، اور بعطاے الٰہی کہا جائے تو کسی کے لیے بھی شرک نہیں۔ چناں چہ قرآن شریف میں اس کی طرف اشارہ ہے:

"اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنَ"(۱)

یعنی ہم خاص کر تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص کر تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

کیا مخالفوں کے نزدیک اس آیت کا یہ ترجمہ ہے کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ کو مددگار بناتے ہیں اور چلتے پھرتے انسان کو کیوں کہ انسان جب تک چلتا پھرتا ہے، خدا کا شریک اور ساتھی ہے۔ معاذ الله من ذلك.

اللہ کی قدرت ہے کہ جو جماعت کروروں غیر خدا کو خدا کا شریک اور ساتھی مانے

---

(۱) القرآن الکریم، آیت: ٤، الفاتحہ: ۱، پارہ: ۱.

وہ اپنے کو مسلمانوں کا پیشوا جانے۔

"وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ"

بے شک قرآن پاک کی تعلیم بالکل صحیح ہے کہ مدد کرنے کی قوت اور طاقت ذاتی اللہ تعالیٰ ہی کو ہے یہ قوت ذاتی کسی غیر اللہ کو نہیں ہے، نہ زندوں کو نہ مردوں کو۔

عزیزانِ من! "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنَ" کا مطلب سمجھو اور فیصلہ کرو جب وفد ہوازن خدمت اقدس میں حاضر ہوا اپنے اموال واہل وعیال جو مسلمان غنیمت میں لائے تھے طلب کیا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: جب ظہر کی نماز پڑھ چکو تو کھڑے ہونا اور یوں کہنا ہم رسول اللہ ﷺ سے استعانت کرتے ہیں۔ مومنین پر اپنی عورتوں اور بچوں کے باب میں دیکھو حدیث نسائی شریف:

عن عمرو بن شعیب بن ابیه عن جده عبد الله بن عمر رضی الله عنهما. سید عالم ﷺ نے خود ہی بنفس نفیس تعلیم فرمائی کہ ہم سے مدد چاہنا، نماز کے بعد یوں کہنا کہ ہم رسول اللہ سے استعانت کرتے ہیں۔

وہابی صاحبو! استعانت واستمداد تو اللہ ہی کے ساتھ خاص تھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ نے کیا سکھایا کہ ہم سے استعانت کرنا اور زمانہ حیات اور اس کے بعد کا تفرقہ جاہلوں کی صرف جہالت ہی نہیں سراسر ضلالت ہے اس لیے کہ جو بات اللہ کے لیے خاص ہے اور غیر کے لیے شرک ہے اس میں حیات وموت قرب وبعد ملکیت وبشریت کا تفرقہ کیسا؟ اولیاء اللہ کی کرامت وتصرفات بعد وصال بھی حق ہے، اس کا منکر جاہل ومتعصب ہے بلکہ خسر الدنیا والاخرۃ کا مصداق ہے۔

حدیث بست وہفتم (۲۷)

حقوق العباد کی اہمیت

قال رسول الله ﷺ یغفر المشهيد كل ذنب الا الدين. (۱)

سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شہید کا کل گناہ بخش دیا جائے گا سوائے قرض کے۔

فائدہ:- حق العباد حق اللہ سے اہم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ رؤف رحیم ہے مالک ہے اپنا حق معاف کر دیتا ہے مگر حق العباد بندوں کو ہے بغیر بندوں کے معاف کیے ہوئے معاف نہیں ہوسکتا ہے۔اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ حق العباد کا بہت خیال رکھیں ورنہ نیکی برباد گناہ سر پر ہوگا، وہاں مال دولت کچھ کام نہ آئے گا۔نیکیاں حقوق العباد میں دلائی جائیں گی یا قرض دینے والا خود ہی معاف کر دے تو البتہ اس کے حق سے سبکدوشی ہوسکتی ہے۔

"مجالس الابرار" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ سید عالم ﷺ ایک دن ہنس پڑے کہ دندان مبارک ظاہر ہوگئے،لوگوں نے سبب پوچھا! فرمایا: میری امت کے دو آدمی بارگاہ عزت میں حاضر ہوئے، ایک نے کہا کہ الٰہی میرا حق اس آدمی سے دلا دے۔اللہ تعالیٰ نے قرض دار سے فرمایا کہ تو قرض خواہ کا حق دیدے اس نے عرض کیا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے، مدعی نے کہا کہ الٰہی اس کی نیکی مجھے دلا دے، اس نے کہا میرے پاس نیکی بھی نہیں ہے۔ مدعی نے کہا کہ میرا گناہ اس پر ڈال دے۔ اتنا فرما کر سرکار دو عالم ﷺ رونے لگے اور فرمایا کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ لوگ چاہیں گے کہ میرا گناہ دوسرے کے سر جائے، پھر حضور نے فرمایا کہ مدعی کو حکم باری ہوگا کہ

(۱) صحيح المسلم، ج:۲، ص:۱۳۵، كتاب الامارة، باب من قتل فی سبيل الله كفرت خطاياه الا الدين. (مجلس بركات)

جنت کی طرف دیکھ اس نے دیکھا ایک نہایت ہی عمدہ اور حسین مکان نظر پڑا، عرض کیا خداوندا! یہ مکان کس کے لیے بنا ہے؟ ارشاد ہوا کہ جو مدعی اپنا حق معاف کر دے۔ مدعی نے کہا: الٰہی ہم نے اپنا حق معاف کر دیا حکم ہوا کہ تو اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ اور داخل جنت ہو۔ حضور نے فرمایا: اے لوگوں آپس میں صلح کرو اور بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مسلمانوں میں صلح کرا دے گا۔

علامہ قرطبی علیہ الرحمہ اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ میرے شیخ نے فرمایا ایسے لوگ وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کو عذاب کرنا منظور نہ ہوگا، بلکہ یہ منظور ہوگا کہ مدعی کو راضی کر کے معاف کرا دے۔

الغرض یہ معاملہ بعض کے ساتھ ہوگا سب کے ساتھ نہ ہوگا، جیسا کہ امام عبد الرزاق "مصنف" میں اور طبرانی "معجم کبیر" میں ناقل کہ سید عالم ﷺ نے عرفات میں فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے عرفات و مشعر الحرام والوں کی مغفرت فرمائی ہے۔ اور ان کے باہمی حقوق یعنی حق العباد کا خود ضامن ہو گیا۔

حدیث بست وہشتم (۲۸)

اچھی طرح وضو اور نماز پر بخشش کا وعدہ

عن عبادة بن الصامت رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ خمس صلوات افترضهن الله عزّوجل من احسن وضوئهن وصلاهن لوقتهن وأتم ركوعهن وخشوعهن كان له على الله عهدا ان يغفر له ومن لم يفعل فليس له على الله عهد ان شاء غفرله وان شاء عذبه (رواه الامام احمد و ابوداؤد)(۱)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی کہا، فرمایا سید عالم ﷺ نے پانچ وقت کی نماز اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائی ہے جو ان کے لیے اچھی طرح وضو کرے، اور وقت میں ان کو ادا کیا کرے اور نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ ان کو پڑھا کرے۔ اللہ تعالیٰ کا اس سے وعدہ ہے کہ اس کے سب گناہوں کو معاف فرما دے گا، اور جو ایسا نہیں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس سے کوئی وعدہ نہیں اگر اس کا جی چاہے بخش دے ورنہ عذاب کرے۔

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة باب المحافظة علی الصلوٰة، ص:٦١. (مجلس برکات)

حدیث بست ونہم (۲۹)

نماز کا وقت مستحبہ میں ادا کرنے کی تاکید

عن علی رضی الله عنه ان النبی ﷺ قال یا علی ثلاث لاتؤخرها الصلاة اذا أتت والجنازة اذا حضرت والایم اذا وجدت لها کفوا.(۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی تین چیزیں ان میں تاخیر نہ کرو۔ ایک: نماز جب اس کا وقت آئے دوم: جنازہ جب حاضر ہو۔ سوم: عورت بے شوہر کا جب جوڑا کفو مل جائے۔

فائدہ:- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کو وقت مستحب سے بغیر عذر تاخیر نہ کرنا چاہیے۔ اور جنازہ جب تیار ہو جائے تو اس کی نماز و دفن میں تاخیر نہ کرنی چاہیے اور اسی طرح عورت کے لیے جب مناسب لڑکا (کفو) مل جائے اس کے نکاح میں دیر نہ کرنی چاہیے۔

عزیز محبو! بے شوہر کی عورت یا کنواری ہوگی یا بیوہ۔ دونوں اس حکم میں داخل ہیں۔ کنواری کے لیے ہم ناعاقبت اندیشی سے ایسا لڑکا ڈھونڈتے ہیں جس کا ملنا مشکل ہوتا ہے، اور اتنا روپیہ خرچ کرنا چاہتے ہیں جو اپنے بس سے باہر ہے اور اس چکر میں لڑکی بیٹھائے رہتے ہیں، رہی بیوہ تو اس کی دوسری شادی کو ہم شرافت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ عام ازیں کہ لڑکی بہت ہی کم عمر ہی میں بیوہ ہوگئی ہو حالاں کہ لڑکے کی بیوی مرنے کے بعد والدین اپنے لڑکوں کی شادی کو برا نہیں سمجھتے ہیں بلکہ مرد کی بیوی کسی عمر میں مر جائے چاہتے ہیں کہ کل کے بدلے آج ہی شادی ہو جائے۔ بیوی کے کفن میلا ہونے کا بھی انتظار نہیں کرتے، بلکہ شادی پر شادی کیے جاتے ہیں اور ان کی شرافت پر دھبا نہیں آتا مگر لڑکی کی دوسری شادی کو خاندان بھر کی بے حرمتی سمجھتے ہیں:

"وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ"

(۱) جامع الترمذی، ابواب الصلاة، باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل، ج:۱، ص:۲٤.

نمازی عورتوں کو جنت کی بشارت

عن انس رضی الله عنه قال، قال: رسول الله ﷺ المرأة اذا صلت خمسها وصامت شهرها واحصنت فرجها واطاعت بعلها، فلتدخل من ای ابواب الجنة شاءت.[۱]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھے، ماہ رمضان کے روزے رکھے اپنی عفت کی حفاظت کرے اور شوہر کی اطاعت کرے تو وہ اس بات کی حق دار ہے کہ جنت کے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو۔

(۱) مشکاة المصابیح، باب عشرة النساء، الفصل الثانی، ص:۲۸۱.

حدیث سی ویکم (۳۱)

زکات کے فضائل ومسائل

عن ابن عمر قال، قال رسول الله ﷺ: ان الذی لایودی زکوٰۃ ماله یُخَیَّلُ الیه ماله یوم القیٰمة شجاعًا اقرع له زبیبتان. قال: فلیلتزمه او یطوقه قال: یقول انا کنزك انا کنزك.(۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی فرمایا رسول خدا ﷺ نے جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا ہے وہ مال قیامت کے دن ایک بڑے سانپ کی شکل میں پیش ہوگا اس کو چمٹا ہوگا یا گلے میں طوق ہوگا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا مال ہوں۔

محبانِ من! موجودہ دور میں ہزاروں میں دو چار مسلمان شرعی حساب سے زکوٰۃ دیا کرتے ہیں ورنہ اکثر طرح طرح کے حیلے اور بہانے کرتے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ مجھ پر زکوٰۃ فرض نہیں، بعض تاجر سال پورا ہونے کے قبل دوسرے رشتہ دار کو دیدتے ہیں تاکہ اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہو یہ اللہ عالم الغیب کو صریح دھوکہ دینا ہے ایسے مسلمانوں کو یقین کر لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ دل کے ارادہ سے خبردار ہے، وہ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْر ہے۔ اسلام میں ہر کام کا دارومدار نیت پر ہے۔

بر آستانہ مے خانہ گر سرے بینی
مزن بپائے کہ معلوم نیست نیتِ او

ہم مسلمانوں کو خداوند قہار وجبار سے ہر وقت خائف رہنا چاہیے اور ہر کام کو مخلصانہ کرنا چاہیے، زکوٰۃ کے فرض ہونے میں مصلحت عجیبہ غریبہ ہے۔ زکوٰۃ کا مسئلہ یہ ہے کہ جس کے پاس ۲۰/مثقال یعنی سات تولہ سونا یا دوسو درم یعنی ساڑھے باون تولے چاندی ہو اس

(۱) سنن النسائی، کتاب الزکوٰۃ، باب مانع زکوٰۃ مأله، ج:۱، ص:۲٦٦.

پر زکوٰۃ فرض ہے، جب کہ حاجت اصلیہ سے زائد ہو اور ایک سال کامل اس پر گزر چکا ہو۔ حاجت اصلیہ یعنی زندگی بسر کرنے میں جس کی ضرورت ہو، جیسے رہنے کا مکان، خانہ داری کا سامان، پیشہ وروں کو اوزار، کھانے کا غلہ اس کے علاوہ سونا یا چاندی بقدر نصاب ہو تو اس پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ دینا فرض ہے، سونا چاندی ڈھیلہ ہو یا اس کا زیور برتن وغیرہ سونے چاندی کے علاوہ تجارت کی کوئی چیز ہو جس کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اور اگر اسباب تجارت کی قیمت تو نصاب کو نہیں پہنچتی مگر اس کے پاس اس کے علاوہ سونا چاندی بھی ہے کہ ان سب کو مجموعہ کریں تو نصاب پورا ہو جاتا ہے، تو زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ فلاں صاحب کے مذہب میں پہننے کے زیورات میں زکوٰۃ نہیں اور اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ تو زیور کی بھی زکوٰۃ دینی ہوگی، کیوں کہ حضرت امام اعظم کے نزدیک تو واجب ہے جن کے آپ اپنے کو مقلد کہتے ہیں، تو آپ کو دینا ہوگا، ان امام کے مقلدوں کو ان کا اتباع کرنا ہوگا جو تمام مسائل گرم و تر سخت و نرم میں ان کے متبع ہیں تلفیق مذہب جائز نہیں، یعنی ہر مذہب سے نرم نرم دل کے مطابق مسائل لے لیے جائیں اور سخت مسئلوں کو چھوڑ دیا جائے، جو مقلد کسی امام کا ہے اس کو تمام مسائل میں انھیں امام کی تقلید کرنی ہوگی ورنہ وہ اتباع امام نہیں بلکہ پیروی نفس ہوگی۔

ترمذی شریف میں ہے کہ دو عورتیں سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں ان دونوں کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے، حضور نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو، عرض کیا نہیں، فرمایا کہ کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو کہ ان کنگنوں کے بدلے اللہ تعالیٰ تمھیں آگ کے کنگن پہنائے، عرض کیا نہیں فرمایا تو اس کی زکوٰہ دیا کرو۔ [1]

---

(۱) حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"ان امراتين أتتا رسول الله ﷺ وفى ايديهما سواران من ذهب، فقال: اتأديان زكوٰته؟ فقالت: لا، فقال لهما رسول الله ﷺ: اتحبان أن يسوركما الله بسوارين من نار؟ قالتا: لا، قال: فأو يا زكوٰة."

جامع الترمذى، ابواب الزكوٰة، باب ماجاء فى زكوٰة الحلى، ج:۱، ص:۸۱.

مؤلف بہنوں سے عرض کرتا ہے کہ تمہارا شوہر لا ابالی پن سے زکوٰۃ کا خیال نہ کرے، توتم کوخود خیال کرکے زیورات کی زکوٰۃ سال بسال ادا کرنے کا التزام چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو مردوں سے امتیازی شان پیدا کرنے اور حسن کو بڑھانے کے لیے زیور کا پہننا مستحسن فرمایا ہے۔

علامہ ابن اثیر نے "نہایہ" میں حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا:

قال، قال رسول الله ﷺ یا علی مر نسائك لایصلین عطلاء.

اے علی! مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ بے گہنے نماز نہ پڑھا کریں۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی:

انها کرهت ان تصلی المرٔه عطلاء ولو ان تعلق فی عنقها خیطا.

یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عورتوں کو بے گہنے نماز پڑھنے کو مکروہ ونا پسند فرمایا ہے، اور فرمایا کہ اور کچھ نہیں تو ایک ڈورا ہی گلے میں ڈال لیں۔

رہا یہ اعتراض کہ حالت عدت میں عورتوں کو بناؤ سنگار جائز نہیں، پھر اس حدیث پر عمل کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ جواباً عرض ہے: اصول فقہ کا مسئلہ ہے کہ جب ندب و حرمت کا مقابلہ ہو تو حرمت کو ترجیح دی جائے گی اور عقل کا بھی یہی تقاضا ہے، پس عدت کے دنوں میں اس حدیث پر عمل نہ کیا جائے گا۔ بقیہ دنوں میں عورتوں کو چاہیے کہ باوصف قدرت بے زیور کے نہ رہا کریں، اور ساتھ ساتھ زکوٰۃ دینے کا خیال رکھا کریں، نہ دینے کو گناہ عظیم سمجھ کر اس سے بچیں، یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ مردوں کو صرف ساڑھے چار ماشہ چاندی کی ایک نگ کی ایک انگوٹھی جائز ہے اور سونے کا بٹن بلا زنجیر کے جائز ہے، اور کچھ نہیں یہ مسئلہ یاد رکھنے اور عمل کرنے کا ہے، اکثر لوگ اس کے خلاف کرتے ہیں۔

روزہ کی فضیلت

عن ابی هر یرة رضی الله عنه قال، قال رسول الله ﷺ: کل عمل ابن أدم یضاعف الحسنة بعشر امثالها الی سبع . مائة ضعف الیٰ ما شاء الله یقول الله تعالیٰ الا الصوم فانه لی وانا اجزی به، یدع شهوته وطعامه من اجلی للصائم فرحتان فرحة عند فطره و فرحة عند لقاء ربه.[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کا ہر عمل بڑھایا جاتا ہے، ہر نیکی اس سے سات سو گنا تک، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بجز روزہ کے کہ وہ خاص میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا۔ اور ایک روایت میں وانا اجزی به بصیغہ مجہول ہے یعنی میں اس کی جزا دیا جاؤں گا یعنی میرا دیدار اس کو ہوگا اپنی خواہش نفسانی اور کھانا پینا روزہ دار محض میری خوشی کے لیے ترک کر دیتا ہے، روزہ دار کو دو خوشی ہوگی ایک روزہ افطار کے وقت اس کی خوشی ہوتی ہے کہ ادائے فرض میسر ہوگیا اور دوسری خوشی اللہ تعالیٰ کے دیدار کے وقت اور اس خوشی کا اندازہ ممکن نہیں۔

(۱) سنن ابن ماجه، کتاب الصیام، باب ماجاء فی فصل الصیام، ص:۱۱۸.

بلا اذن شوہر عورت کا نفل روزہ رکھنا

عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال: لاتصوم المرٔۃ وزوجھا شاھد یوما من غیر شھر رمضان الا باذنہ.[۱]

حضرت ابو ہریرہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، حضور نے فرمایا جس عورت کا شوہر موجود ہو وہ رمضان المبارک کے سوا بغیر اس کی اجازت کے ایک روزہ نفل نہ رکھے۔

فائدہ:۔نفل روزہ کی فضیلت میں احادیث کثیرہ شہیرہ وارد، مگر پھر بھی شوہر دار عورت کو جس کا شوہر وہاں موجود ہو بغیر اس کی اجازت کے روزہ رکھنا ناجائز ہے۔

(۱) جامع الترمذی، ابواب الصوم، باب ماجاء فی الکراھیۃ صوم المرأۃ الا باذن زوجھا، ج:۱، ص:۹۷.

حدیث سی و چہارم (۳۴)

فضائلِ حج

عن علی رضی الله عنه قال، قال: رسول الله ﷺ من ملك زادا. أو راحلة تبلغه الى بيت الله ولم يحج، فلا عليه أن يموت يهوديا أو نصرانيا وذلك إن الله يقول فى كتابه: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا .(۱)

حضرت علی کرم اللہ سے مروی سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص زاد راحلہ کا مالک ہو جو اسے بیت اللہ تک پہنچا سکے اور پھر بھی حج نہ کرے: تو اس کے لیے برابر ہے کہ یہودہ ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اور اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے اس شخص پر جو راستہ کی سکت رکھے۔

مطلب یہ ہے حج کے فرض ہونے میں شرط صحت و سامان سفر، اخراجات و سواری، راہ کا پرامن ہونا ہے یہ باتیں میسر ہوں تو حج کرنا فرض ہو جاتا ہے، خوش قسمت وہ مسلمان ہیں جو حج کرتے بیت اللہ و بیت الرسول کی زیارت سے مشرف ہوتے اور وعید الٰہی سے بچتے ہیں۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ جو اللہ کے لیے حج کرے اور عورتوں سے قربت اور قربت کے ذکر سے بچے اور فسق و فجور نہ کرے وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک و صاف ہو کر واپس ہوتا ہے جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا کیسا پاک و صاف تھا۔(۲)

---

(۱) جامع الترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء من التغليظ فى ترك الحج، ج:۱، ص:۱۰۰.

(۲) حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه. صحيح البخاری، كتاب المناسك، باب فضل الحج المبرور، ج:۱، ص:۲۰۶.

جب حج کرنے کے قابل اور اس پر قادر ہو اس پر حج کرنا فوراً فرض ہو جاتا ہے، اسی سال اس کو حج کرنا چاہیے اور تاخیر گناہ ہے اور اگر فرضیت کے بعد چند سال گزر گئے اور حج نہ کیا تو فاسق ہے، اس کی گواہی مردود ہے مگر جب حج کرے گا ادا ہی ہوگا، قضا نہ ہوگا۔

حدیث سی و پنجم (۳۵)

زیارت روضہ پاک کے فضائل اور تارک کا ظالم ہونا

عن ابن عمر رضی الله عنه قال، قال رسول الله ﷺ من حج البیت ولو زرنی فقد جفانی.(۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی سید عالم ﷺ نے فرمایا جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا، نیز فرمایا:

من زارنی معتمدا کان فی جواری یوم القیمة.(۲)

یعنی جس نے قصد کر کے میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میری حمایت اور حفاظت میں ہوگا۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ زیارت روضۂ پاک کے لیے قصد کر کے حاضر ہونا اور اس سے دینی نفع کی امید رکھنا رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق ہے۔ دوسرے حج و زیارت کے موقع پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مآۃ حاضرہ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ نے فرمایا:

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے
اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

(۱) السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحج، باب زیارة قبر النبی ﷺ، ج:۵، ص:۴۰۳.

(۲) مشکاة المصابیح، باب حرم المدینه حرسها الله تعالیٰ، الفصل الثالث، ص:۲٤۰.

بلیغ تنبیہ یہ ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ترک زیارت کو جفا و ظلم سے تعبیر فرمایا اور ظاہر ہے کہ کسی ادنیٰ شخص پر جب جفا و ظلم جائز نہیں تو سید عالم ﷺ پر ظلم و جفا کرنے والے کا کیا انجام وحشر ہوگا۔ سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

لا تشد الرجال الا الی ثلثة مساجد: مسجدِ الحرام، ومسجد الاقصیٰ و مسجدی.(۱)

یعنی تین مسجدوں کے سوا اور کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے، مسجد بیت اللہ، مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان تین مسجدوں کے سوا کسی مکان کی زیارت کو نہیں جاتے، مکین کی زیارت کو جاتے ہیں اور یقین رکھو کہ روضہ پاک خصوصاً اس کا وہ حصہ جو جسد اطہر سے ملاتی ہے، کعبہ مکرمہ، بلکہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔

علامہ شامی "ردالمحتار" میں لکھتے ہیں کہ کعبہ شریف مدینہ شریف سے افضل ہے، سوائے روضۂ پاک کے کہ مسجد حرام سے بھی افضل ہے۔(۲)

امام قاضی ریاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اجماع نقل فرمایا کہ روضہ انور کعبہ شریف سے بھی افضل ہے اور اس پر سادات بکری ان کے ساتھ متفق ہیں۔ جس روضہ پاک کا یہ مرتبہ ہو اس کی زیارت کو حاضر نہ ہونا بدبختی کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق بخشے۔ بجاہ النبی الکریم وعلیٰ اٰلہ الصلاۃ والتسلیم.

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب مسجد بیت المقدس، ج:۱، ص:۱۵۹

(۲) الفاظ یہ ہیں:
"الکعبة افضل من المدینة مع عدا الضریح الاقدس. ردالمحتار الدر المختار، کتاب الحج، مطلب فی تفضیل قبره المکرم ﷺ، ج:٤، ص:٥٣.

حدیث سی و ششم (۳۶)

فضائل وخواص سورہ یٰسین

عن عطاء بن ابی رباح قال: بلغنی ان رسول الله ﷺ قال: من قرء یٰس فی صدر النهار، قضیت حوائجه.(۱)

عطا بن ابی رباح سے مروی انھوں نے کہا کہ مجھے پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت سورہ یٰس پڑھے، اس کی حاجتیں پوری ہوں۔

یہ بھی حضور کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کا قلب ہے اور قرآن کا دل سورہ یٰس ہے، سورہ یٰس قرآن شریف کا قلب ہے اس لیے اس کے فوائد کو قلم بند کرنا دشوار ہے، پڑھنے والا پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرے، امید ہے کہ اس کی حاجت پوری ہو۔ حضور کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اے علی! تم سورہ یٰس کی تلاوت کو اپنے اوپر لازم جانو، اے علی سورہ یٰس جو پڑھے گا آسودہ حال رہے گا، پیاسا پڑھے گا سیراب ہوجائے گا، بے کپڑا والا پڑھے گا کپڑا والا ہوجائے گا، بے دین پڑھے کا دین والا ہوجائے گا، اور جو عورت بے شوہر والی پڑھے گی شوہر والی ہوجائے گی، اور خائف پڑھے گا مامون ہوگا، جو مریض پڑھے گا تندرست ہوجائے گا، جو قیدی پڑھے گا قید سے خلاص ہوجائے گا، اور جو مسافر پڑھے گا سفر میں رحمتِ الٰہی ساتھ رہے گی، اور جو غم و اندوہ والا پڑھے گا غم و اندوہ دور ہوگا اور جو گم شدہ چیز کے لیے پڑھے گا گم شدہ چیز مل جائے گی۔

سید عالم ﷺ نے فرمایا جو شخص صرف خدا کو راضی کرنے اور طلبِ عقبیٰ کے لیے پڑھے گا اس کے گناہ معاف ہوں گے۔ یہ بھی ارشاد ہوا سورہ یٰس اس شخص کے نزدیک جو پڑا مر رہا ہو جاں کنی آسان ہوجائے گی، یہ بھی ارشاد ہوا صبح کے وقت جو پڑھے گا ان

(۱) مشکات المصابیح، باب فضائل القرآن، الفصل الثالث، ص:۱۸۹.

کے دن بھر کی حاجتیں روا ہو جائیں گی، اور غنی ہو جائے گا۔

سورہ یٰسٓ کا رکھنے والا لوگوں کے آنکھوں میں معزز ہو جائے گا، اس کے مال میں برکت ہوگی، دشمن سرنگوں رہے گا، مریض کے گلے میں ہوگا شفا پائے گا، ظالم کے ظلم سے محفوظ رہے گا، فقر و فاقہ میں مبتلا نہ ہوگا دیوانہ اور آسیب زدہ پر سورہ یٰسٓ پڑھ کر دم کرنے سے دیوانگی جاتی رہے گی۔

نقش سورہ یٰسٓ شریف:

۵	۱۰	۵۶۷۷	۴
۵۶۷۸	۳	۶	۹
۲	۵۶۷۵	۱۳	۷
۱۱	۸	۱	۵۶۷۶

عزیزانِ من! اس کا گنڈہ بنا کر بخار والے کو دیا کرتے ہیں بخار جاتا رہتا ہے، ترکیب یہ ہے کہ ایک ڈورہ پر یٰسٓ پڑھتے ہیں اور مبین پر ایک گرہ دے دیتے ہیں بعدہ دم کر کے مریض کے دہنے بازو پر باندھتے ہیں، بخار کی گرمی میں اس کو سکون ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ بخار جاتا رہتا ہے۔ سورہ یٰسٓ جس نیت سے کوئی پڑھے مقصد حاصل ہو جاتا ہے، وبا کے دفع کرنے کے لیے تین آدمی بعد عشا سورہ یٰسٓ پڑھتے ہیں اور اس کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وبا کو دفع فرما دیتا ہے۔

حدیث سی و ہفتم (۳۷)

فضائل وخواص سورۂ واقعہ

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال، قال رسول الله ﷺ من قرأ سورة الواقعة فی کل لیلة، لم تصبه فاقة ابدا. وکان ابن مسعود رضی الله عنه یامر بناته یقرأن بها فی کل لیلة.(۱)

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہر رات سورہ واقعہ پڑھا کرے اسے کبھی فاقہ نہ ہوگا، اور حضرت عبداللہ بن مسعود اپنی صاحب زادیوں کو حکم فرماتے تھے کہ ہر شب سورہ واقعہ پڑھا کرو۔

فائدہ: -حصول غنا، ودفع فقر وافلاس کے لیے سورہ واقعہ ہر روز پڑھنا مجربات سے ہے، اس کے پڑھنے کے طریقے تو بہت ہیں، آسان طریقہ یہ ہے کہ بہ نیت امارت وخوش حالی ودفع افلاس وغربت بعد نماز عشا اکیس بار درود شریف پڑھ کر رات کو ایک مرتبہ پڑھا کرے، دینی ودنیوی فوائد وبرکات کا باعث ہے۔اور بعض علما نے لکھا ہے کہ جس کسی کو اچانک کوئی ضرورت وحاجت پیش آجائے ۲۱/ بار درود شریف پڑھ کر ایک نشست میں سورہ واقعہ ۲۱/ بار پڑھے، حاجت پوری ہوجائے۔خصوصاً طلبِ رزق میں عجیب وغریب چیز ہے۔تنگ دستی، بے روزگاری اور فاقہ کشی کا واحد علاج ہے، دولت وغنا حاصل کرنے کا آسان وآزمودہ طریقہ ہے، ہزارہا آدمی جو مہینوں سے بے روزگار اور بے نوکری کے تھے اس کا ورد اختیار کرنے کے بعد کبھی بے روزگار نہ رہے، اور بعض علما نے لکھا ہے کہ جو کوئی بعد نماز عشا ۱۴/ بار درود پڑھ کر ۱۴/ بار سورۂ واقعہ پڑھے نہایت ہی مجرب ہے۔بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی بعد صبح تین بار

(۱) مشکات المصابیح، باب فضائل القرآن، الفصل الثالث، ص:۱۸۹.

۷۸۶			
۲۵۷۳۳	۲۵۷۴۷	۲۵۷۴۴	۲۵۷۴۱
۲۴۷۴۵	۲۴۷۴۰	۲۵۷۴۳	۲۵۷۴۶
۲۵۷۳۹	۲۵۷۴۲	۲۵۷۴۹	۲۵۷۳۵
۲۵۷۴۸	۲۵۷۳۶	۲۵۷۳۸	۲۵۷۴۳

اور بعد نماز عشا تین بار سورہ واقعہ پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کو تونگر کر دے گا، اس کو ایسی جگہ سے روزی ملے گی کہ کسی کو وہم و گمان بھی اس کا نہ ہوگا۔

مؤلف کہتا ہے کہ شب جمعہ کو ۱۴/ بار درود پڑھ کر ۱۴/ بار سورہ واقعہ پڑھے، یوں ہی شب شنبہ و شب یک شنبہ تین رات کے بعد شب دوشنبہ سے ۱۴/ بار درود شریف پڑھ کر ایک بار سورہ واقعہ زندگی بھر پڑھتا رہے انشاءاللہ تعالیٰ چند مہینوں میں تنگ دستی دور ہو جائے گی۔ عمل سورہ واقعہ یہ ہے کہ شب جمعہ سے سات دن تک بعد نماز عشا ۲۵/ بار سورہ واقعہ پھر جب شب جمعہ آئے تب بعد عشا ۲۵/ بار پڑھ کر ثواب بارگاہ نبوت میں پیش کرے، پھر ہر روز صبح و شام تین تین بار درود پڑھ کر ایک ایک مرتبہ سورہ واقعہ پڑھتا رہے، اللہ اس کو غنی کرے گا۔ اور جس مطلب کے لیے پڑھے گا وہ مطلب پورا ہوگا اور جو کوئی سورہ واقعہ کا نقش ساتھ رکھے گا محتاج نہ ہوگا، نقش اوپر ہے۔

حدیث سی وہشتم (۳۸)

فضائل وخواص سورۂ فاتحہ

عن عبد الملك بن عمير مرسلا قال، قال رسول الله ﷺ فی فاتحة الكتاب شفاء من كل داء. (۱)

عبدالملک بن عمیر سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورہ فاتحہ ہر بیماری سے شفا ہے۔

فائدہ: -اس حدیث سے معلوم ہوا سورہ فاتحہ ہر بیماری سے شفا ہے۔مفسروں نے جہاں اس سورہ کا نام بیان کیا ہے من جملہ ان کے سورہ شفا بھی لکھا ہے، ایک نام اس کا سورہ رقیہ بھی ہے یعنی جھاڑ پھونک کی سورہ۔

عزیزانِ من! اگر جھاڑ پھونک آیاتِ قرآنیہ یا اسماے حسنیٰ وغیرہا سے کیا جائے توشریعت محمدیہ میں جائز ہے، جمہور صحابہ وتابعین اس پر متفق ہیں۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے حضور اقدس ﷺ کے اہل سے جب کوئی بیمار ہوتا تو سید عالم ﷺ معوذتین تین تین بار پڑھ کردم فرماتے۔

خودسراپا نور ﷺ کے اعضا ظاہری میں جادووسحر کا اثر ہوا تھا، معوذتین پڑھ کر پھونکنے سے شفا پائی۔ (بیضاوی شریف)

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ جعفر کے بچوں کونظر لگ جاتی ہے کیا مجھے اجازت ہے کہ ان کے لیے کچھ عمل کروں؟ نبی ﷺ نے اجازت دی۔ (۲)

---

(۱) مشكات المصابيح، باب فضائل القرآن، الفصل الثالث، ص:۱۸۹.

(۲) حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

أن اسماء بنت عميس قالت: يارسول الله! ان ولد جعفر تسرع اليهم العين فاسترق لهم؟ قال: نعم.جامع الترمذی، ابواب الطب عن رسول الله ﷺ، باب ماجاء فی الرقية من العين، ج:۲، ص:۲۷.

مؤلف غفرلہ المولی تعالیٰ کی عادت ہے: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ. انھیں دونوں سورتوں کو معوذتین کہتے ہیں۔ان کے ساتھ ساتھ سورہ الحمد شریف بھی پڑھا کرتا ہے کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سورہ کا نام سورہ شفا فرمایا ہے تو ہر قسم کا مرض و دود دفع ہو جاتا ہے۔ چاہیے کہ ہر مریض پر تین بار کوئی درود سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا جائے۔

حضرت سیدنا غوث اعظم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی آدمی مر رہا ہو یا بے ہوش ہو گیا ہو، گیارہ بار سورۂ الحمد پڑھ کر او پر دم کیا جائے وہ آدمی ہوش میں آجائے گا۔ عاملین اس کا گنڈہ بھی بناتے ہیں ترکیب یہ ہے کہ سیاہ تاگہ ۲۱/تار لے کر ۹/گرہ لگاتے ہیں، ہر گرہ پر نو مرتبہ سورہ الحمد پڑھ کر پھونکتے ہیں اور مریض کے گلے میں پہناتے ہیں۔ دین و دنیا کی مطلب براری کے لیے سورہ الحمد کا نقش لکھ کر دیتے ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ بہت فائدہ ہوتا ہے۔خصوصاً آسیب و جادو وسحر و چیچک و بخار شدید کے لیے خوب ہے اگر دنیا کی خوش حالی کے لیے کوئی پڑھے عروجِ ماہ سے نمازِ صبح کی سنت کے بعد وقت نہ ملے تو فرض کے بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی میم الحمد کے لام ملا کر ۴۱/بار پڑھ کر اس دعا کو تین بار پڑھے۔

٨	وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ	١١	صِرَاطَ الَّذِيْنَ	١٤	عَلَيْهِمْ	١	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ
١٣	غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ	٢	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	٧	اِيَّاكَ نَعْبُدُ	١٢	اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
٣	الرَّحْمٰنِ	١٦	اٰمِيْن	٩	اِهْدِنَا	٦	يَوْمِ الدِّيْنِ
١٠	الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ	٥	مٰلِكِ	٤	الرَّحِيْمِ	١٥	وَلَا الضَّآلِّيْنَ

بسم الله الرحمٰن الرحيم. يامفتح فتح يا مفرّج فرج يا مسبّب سبّب يا مبسر يسّر يا مسهل سهل يا مسخر سخر يا متمم تمم وحسبنا الله ونعم الوكيل.

اس کا پڑھنے والا خوش حال رہتا ہے اس کو بھی یاد رکھیے کہ اگر سانپ نے ڈس لیا تو بیل کے درخت کی جڑ جو زمین کے نیچے ہوتی ہے، ۶/ ماشہ یہ نہ ملے تو رینڈی کے درخت کی کلی لے ان دونوں میں جو مل جائے پانچ عدد گول مرچ پیسوا کر ۲۱/ بار سورہ الحمد پڑھ کر پھونک کے پلائے صحت ہوجائے گی۔ اسی طرح کتا یا گیدڑ یا کوئی زہریلا جانور کاٹے، تو کالی زیری چھ ماشہ، پانچ عدد گول مرچ پیس کر پلائے اور سورہ الحمد ۲۱/ بار پڑھ کر اس پر دم کرے دوا کے ساتھ دعا بھی ہوجائے تو وہ اور دعا کا اثر مل کر زود اثر ہوجاتا ہے، اور مریض صحیح وتندرست ہوجاتا ہے۔

حدیث سی ونہم (۳۹)

نجد سے شیطانی جماعت کا خروج

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال، قال رسول الله ﷺ: اللهم بارك لنا فی شامنا، اللهم بارك لنا فی یمننا، قالوا: یارسول الله! وفی نجدنا، قال اللهم بارك لنا فی شامنا، اللهم بارك لنا فی یمننا، قالوا: یارسول الله! وفی نجدنا فاظنه قال فی الثالثة هناك الزلازل والفتن وبها یطلع قرن الشیطان.(۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے سردارِ دوعالم ﷺ نے دعا فرمائی اے رب ہمارے ملک شام میں برکت دے، ہمارے ملک یمن میں برکت دے لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ اور ہمارے نجد میں؟ اس پر حضور نے فرمایا خداوندا! ہمارے ملک شام میں برکت نازل فرما، خداوندا ہمارے ملک یمن میں برکت نازل فرما، پھر لوگوں نے عرض کیا اور ہمارے نجد میں راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ حضور نے تیسری بار فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہیں سے سینگ شیطان کی ظاہر ہوگی۔

مسلمانو! چناں چہ حضور کے مطابق ہوا۔ نجد سے محمد بن عبد الوہاب کی جماعت نکلی جنھوں نے عالم میں زلزلہ ڈال دیا، اور ایمان کو فتنہ میں مبتلا کر دیا۔ حاصل اس کے عقیدے کا یہ ہے کہ عالم میں وہی مسلمان اور موحد ہیں، باقی تمام مسلمان معاذ اللہ کافر مشرک ہیں اسی بنا پر ان لوگوں نے حرم خدا مکہ معظّمہ وحرم رسول مدینہ طیبہ کو عیاذًا باللہ دارالحرب اور وہاں کے رہنے والے کو کافرِ حربی قرار دے کر ان پر خروج کیا اور بنام جہاد فتنے کا پرچم لہرایا۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ الفتنة من قبل المشرق، ج:۲، ص:۱۰۵۱، ۱۰۵۰.

علامہ شامی "ردالمحتار حاشیہ درمختار شرح تنویر الابصار" جلد سوم کتاب الجھاد باب البغاۃ میں تحت بیان بغاہ خوارج تحریر فرماتے ہیں:

جیسا کہ ہمارے زمانے میں پیروانِ ابن عبد الوہاب سے واقع ہوا جنھوں نے نجد سے نکل کر حرمین محترمین پر غلبہ حاصل کرلیا وہ اپنے آپ کو حنبلی کہتے تھے، مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے مذہب پر نہیں وہ سب مشرک ہیں۔ اسی وجہ سے انھوں نے اہل سنت و جماعت کا قتل مباح ٹھہرایا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑی اور ان کے شہر کو ویران کر دیا اور لشکر اسلام کو ان پر فتح بخشی، یہ واقعہ ۱۲۳۳ھ کا ہے۔ (۱)

علامہ شامی ابن عبد الوہاب کو خارجی جماعت میں فرماتے ہیں:

صحیح بخاری شریف میں تعلیقاً اور شرح السنۃ امام بغوی میں وتہذیب الآثار امام طبری میں ہے:

كانَ ابنُ عمرَ يراهم شِرَارَ خَلقِ اللهِ، وقَالَ إنهم انطلَقُوْا إلٰى أياتٍ نَزَلَتْ فِى الكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلٰى المؤمِنِيْنَ. (۲)

یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خوارج کو بدترین خلق اللہ جانتے تھے اور فرماتے کہ ان لوگوں نے اول آیتوں کو جو کفار کے حق میں اتریں مسلمانوں پر اٹھا کر رکھ دیا، یعنی ان آیتوں کا مصداق مسلمانوں کو بنا دیا۔ یہی حالت بعینہ پیروان ابن عبد

(۱) اصل عبارت یوں ہے:
"كما وقع فى زماننا فى اتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين، وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة، لكنهم اعتقدوا أنهم هم المسلمون وأن من خالف اعتقادهم مشركون، واستباحوا بذٰلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتى كَسَّرَ الله تعالىٰ شوكتهم وخَرَّب بلادهم وظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلاث وثلاثين ومائتين و الف."(ردالمحتار، كتاب الجهاد، مطلب فى اتباع عبد الوهاب الخوارج فى زماننا، ج:٦، ص:٤١٣.)

(۲) صحيح البخارى، كتاب استتابة المعاندين والمرتدين، باب قتل الخوارج والملحدين بعد اقامة، ج:٢، ص:١٠٢٤.

الوہاب کی ہے۔ مثلاً آیت کریمہ:

"اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ "[(۱)] کو جو کفار اہل کتاب اور ان کے عمائد وارباب کے حق میں نازل ہوئی یہ لوگ مقلدین اہل سنت کو اس کا مصداق قرار دیتے ہیں۔

عزیزانِ من! مشکوٰۃ شریف کتاب القصاص، باب قتل اهل الردة میں بحوالہ نسائی شریف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ ایک بار مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، ایک شخص پیچھے سے بول اٹھا یا محمد! آپ نے اس تقسیم میں انصاف نہ کیا۔ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا: خرابی ہو تیرے لیے اگر میں انصاف وعدل نہ کروں گا تو پھر کون شخص عدل وانصاف کرے گا؟ پھر فرمایا: آخر زمانہ میں ایک جماعت ایسی ہوگی جو قرآن پڑھے گی مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ اسلام سے وہ ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے:

"سیماهم التخليق لايزالون يخرجون حتى يخرج اخرهم مع الدجال فاذالقيتموهم فاقتلوهم هم شر الخلق والخليفة."[(۲)] یعنی

ان کی علامت سر منڈا ونا ہوگا

سر منڈے ہوں گے تو پاجامہ گھٹنے تک ہوں گے، یہ نکلتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھیوں میں ہوگا اگر تم ان سے ملو تو ان کو قتل کرو یہ لوگ بدترین مخلوق الٰہی ہیں۔

ان کی نشانی جو بتائی گئی ہے آج تک ان میں پائی جاتی ہے، سر منڈانا آج تک گویا ان کا شعار ہے، سینکڑے پانچ بھی مشکل سے ملے گا جو ایسا نہ ہو۔ اسی طرح بعض حدیثوں

---

(۱) القرآن الكريم، الآية: ۳۱، التوبة: ۹، پاره: ۱۰.

(۲) مشكاة المصابيح، كتاب القصاص، باب قتل اهل الردة والسعادة، ص: ۳۰۷.

میں گھٹنے پاجامہ والا ہونا بھی ان کی علامت فرمائی ہے وہ بھی ان میں موجود ہے۔

کہیں فرمایا کہ بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے اور مسلمانوں کو قتل کریں گے۔

مشکوٰۃ شریف میں یہ بھی ہے:

لئن ادرکتهم لاقتلنهم قتل عاد.(۱)

اگر ہم انھیں پاتے تو ضرور ان کو قوم عاد کی طرح قتل کرتے۔

آج بھی وہابیوں کو مشرکوں بت پرستوں سے یارانہ ہے، نفرت کرتے ہیں تو مسلمانانِ اہل سنت و جماعت سے اور ان کے حملے برابر مسلمانوں بلکہ خاص اہل حرمین محترمین پر ہوا کرتے ہیں۔

مسلمانو، ایمان والو! جو کچھ سید عالم ﷺ نے فرمایا ہے خوب کان کھول کر سن لو اور ہمیشہ ان کے شر سے بچتے رہو کہیں ٹٹی کے آڑ میں ان کے شکار نہ ہو جاؤ، سرکار دو عالم ﷺ نے فرمادیا:

تحقرون صلوتكم مع صلاتهم وصيامكم مع صيامهم وعملكم مع عملهم.(۲)

تم اپنی نمازوں کو ان کے نماز کے آگے حقیر جانو گے تم اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے سامنے ذلیل جانو گے، تم اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے سامنے بے قدر سمجھو گے۔

عزیزانِ من! میں ایک محض معمولی پہچان بتائے دیتا ہوں، گیارہ پیسے کی شیرینی کسی مولوی کے نزدیک لے جاؤ اور کہو کہ حضرت یہ گیارہ پیسے کی شیرینی ہے اس کو حضرت غوث الاعظم پیر دستگیر قدس سرہ کے نام فاتحہ دیدیجیے۔ اگر اِدھر اُدھر کی بات کر کے ٹالنا

(۱) مشكاة المصابيح، باب فى المعجزات، الفصل الاول، ص:٥٣٥.

(۲) صحيح البخارى، كتاب فضائل القرآن، باب من رأيا بقراءة القرأن أو تأكلّ به او فجر به، ج:٢، ص:٧٥٦.

چاہیں اور غصہ سے پیشانی پر بل آجائے تو سمجھ لیجیے کہ مولوی نجدی ہے، اگر کسی امام کی تقلید کا دعویٰ بھی کریں تو یقین جانیے کہ یہ شخص گلابی وہابی ہے۔مختصر یہ کہ جس شخص کا عقیدہ نجدی ابن عبد الوہاب کا ہے وہ نجدی وہابی ہے اگر چہ لوگوں کے دکھانے کو، اپنے کو چھپانے کے لیے کسی امام کے تقلید کا مدعوی ہوا اپنے کو حنفی شافعی مالکی حنبلی کہے سب کے سب نجدی خارجی ہیں۔ یاد رکھو کہ علماے حق نے بالاتفاق خارجیوں کے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

"فتاویٰ بزازیہ" میں ہے:

خارجیوں کو کافر کہنا واجب ہے اس وجہ سے کہ وہ لوگ اپنے سوا تمام امت کو کافر جانتے ہیں۔

عبارت یوں ہے:

ويجب اكفار الخوارج فى اكفارهم جميع الامة سواهم.[1]

هكذا فى ردالمحتار:

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے بھی ان کی تکفیر فرمائی ہے اور بلا نکیر خارجیوں کو مجمع علیہ کافر بتایا ہے۔

دیکھو تحفہ اثنا عشریہ، ص: ۲۳۷:

دینی بھائیو! سید عالم ﷺ کے معجزہ اور ارشاد کے مطابق یہ گروہ ظاہر ہوا اور اپنے لیے جگہ ڈھونڈنے لگا، نجد کے ٹیلوں اسے ہندوستان کی نرم زمین سے نظر آئی بس یہاں آکر اس نے اپنا قدم جمالیا۔ جناب شاہ ولی اللہ کے صاحب زادہ مولوی عبد الغنی کے صاحب زادہ مولوی اسماعیل دہلوی اس مذہبِ نامہذب کے معلم ثانی ہوئے، مولوی اسحاق بھی اسی خاندان کے ایک فرد ہیں اس پر مولوی رشید احمد گنگوہی کی گواہی سن لیجیے:

"کس نے مولوی اسحاق اور مولوی اسماعیل کے عقیدے کے متعلق دریافت کیا تھا تو جواب دیا کہ مولوی محمد اسماعیل اور مولوی اسحاق دونوں ایک مذہب اور ایک عقیدہ

(۱) الفتاویٰ البزازية علىٰ هامش الهندية، ج:٦، ص:٣١٨.

کے تھے۔"(۱)

دیکھو تذکرۃ الرشید:

کیا کوئی دیوبندی نجدی گنگوہی صاحب کی تصدیق سے انکار کر سکتا ہے، البتہ ان دونوں صاحبوں نے دو طریقہ اختیار کیا، مولوی اسماعیل دہلوی نے تقلید سے توبہ کیا اور اپنے کو غیر مقلد مشہور کیا، اور ابن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا اردو میں ترجمہ کیا اور تقویت الایمان اس کا نام رکھا۔ دوسرے صاحب نے دیکھا کہ اس طرح اپنے آپ کو ظاہر کرنے سے مسلمان مجھ سے بھی نفرت کرنے لگیں گے اس لیے اپنے آپ کو مقلد حنفی کہنے لگے اور نماز روزہ سنیوں کی طرح سنیوں کے ساتھ پڑھا کرنے لگے، مگر عقائد میں دونوں ابن عبد الوہاب کے پیرو اور مقلد تھے۔ مولوی اسحاق سے دیوبندیت ظاہر ہوئی اور مولوی اسماعیل سے غیر مقلدیت اور دونوں کا ایک مذہب ایک نسبت۔ دیوبندی علما جو نجدی المذہب ہیں وہ سب کے سب مع شاگردوں کے ابن عبد الوہاب کے ساتھ ہیں رہا یہ کہ وہابی کس کو کہتے ہیں اس کا جواب کیا ہے؟ ہم تو اس معاملہ میں مولوی رشید احمد گنگوہی کو (جن کو سب علماے دیوبند اپنا بزرگ اور پیشوا مانتے ہیں) صاف گو سمجھتے ہیں۔"(۲)

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول میں ان سے سوال کیا جاتا ہے: وہابی کون لوگ ہیں اور ابن عبد الوہاب کا کیا عقیدہ تھا اور کون مذہب تھا اور وہ کیسا شخص تھا اور اہل نجد کے عقائد اور سنیوں حنفیوں کے عقائد میں کیا فرق ہے؟ اس ایک سوال میں پانچ بات دریافت کیا ہے۔

اب مولوی صاحب کا جواب سنیے لکھتے ہیں:

محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔

دیکھیے کیسا صحیح ہے دوسرے نمبر کے جواب میں لکھتے ہیں:

ان کے عقائد عمدہ تھے۔ یعنی ان کے ہم عقیدہ لوگوں کو وہابی کہتے ہیں، اور ہم عقیدہ

---

(۱) تحفه اثنا عشريه، ص: ۷۳۲.

(۲) تذكرة الرشيد، ص: ۲۴۷.

لوگ وہی ہیں جو ان کے عقائد کو عمدہ کہتے ہیں۔ لہٰذا لکھ دیا کہ ان کے عقائد عمدہ تھے۔
تیسرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ان کا مذہب حنبلی تھا۔
چوتھے سوال کے جواب میں ہے کہ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی۔ پھر آگے تشریح کرتے ہیں کہ اس شدت کی وجہ سے کہیں ان کو برا نہ سمجھ لینا مگر وہ اور ان کے عقیدہ اچھے تھے، کس قدر صاف بات انھوں نے لکھ دی، مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آگیا ہے افسوس ہے کہ مولوی صاحب اس کو واضح نہ کر سکے کہ وہ حد کون سی ہے جس سے آگے بڑھ گئے ہیں اور ان فسادیوں کی پہچان کیا ہے۔
اب آخری سوال کے جواب میں لکھتے ہیں عقائد میں سب متحد ہیں یعنی عقائد کے اعتبار سے تو سب ابن عبد الوہاب کے مقلد و مقتدی ہیں، بے شک یہ ہیں۔ سچے مولوی صاحب آگے لکھتے ہیں: رہا اعمال کا معاملہ اس میں فرق حنفی، شافعی کا ہے یعنی جن باتوں کا تعلق عمل سے ہے اس میں فرق ہے اور وہ بھی کچھ زیادہ نہیں صرف حنفی، شافعی سا فرق ہے، لیکن عقیدے سب کے ایک ہیں حنفی ہونا، حنبلی ہونا، وہابی ہونے کے منافی نہیں وہابی ہونا تو ابن عبد الوہاب کے ہم عقیدہ ہونے پر مبنی ہے جو ان کے عقائد کو عمدہ سمجھے وہ وہابی ہے، اور جو برا سمجھے وہ سنی ہے۔
مولوی صاحب نے بے لاگ جواب دیا اور اپنے آپ کو بھی خواہ ہونے کا اقرار کیا کہ ہم ابن عبد الوہاب کو اچھا سمجھتے ہیں، اب ظاہر ہو گیا کہ جو لوگ مولوی صاحب کو مانتے ہیں اور ان کو پیشوا جانتے ہیں وہ سب وہابیوں کے ہم عقیدہ ہوئے، خواہ اپنے کو حنفی کہیں یا حنبلی۔ اتنے واضح فتویٰ کے بعد بھی سنیوں کو دھوکا دیتے ہیں۔
دینی بھائیو! سوالات مذکورہ کے جواب سے صاف ظاہر ہو گیا کہ دیوبندیوں پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی نے نجدی وہابی کی تعریف کر کے ثابت کر دیا کہ علماے دیوبند وہابی نجدی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے کو حنفی کہتے ہیں اور ابن عبد الوہاب اپنے کو حنبلی کہتا تھا۔ یہ فرق صرف اعمال کا ہے عقائد دونوں کے ایک ہیں:

نیز فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم، ص:۹/ ۱۰ / پر عبد العلیم خاں مین پوری کا ۴/ سوال مذکور ہے۔

چوتھا سوال یہ ہے وہابی مذہب کون فرقہ ہے مردود ہے یا مقبول اور عقائد ان مذہب والوں کے مطابق سنت و جماعت ہیں یا مخالف کسی امام کی تقلید کرتے ہیں یا نہیں۔

اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دین دار کو کہتے ہیں، چلیے فیصلہ ہوگیا۔ دیوبندی حضرات اپنے کو ضرور متبع سنت اور دین دار جانتے ہیں تو ان کے پیشوا کے اقرار سے ثابت ہوگیا یہ لوگ وہابی ہیں۔

تیسرا ثبوت فتاویٰ رشیدیہ:

ان اولیاءہ الا المتقون.

کوئی نہیں اولیاے اللہ کا سواے متقیوں کے۔

بموجب اس آیت کے مولوی اسماعیل شہید ہوئے اپنی کتاب میں ثابت کرنا ان کے ہم عقیدہ ہونے کا ثبوت ہے۔ حالاں کہ مولوی اسماعیل دہلوی اس تقویت الایمان کی توہینی عبارتوں کی بدولت سرحدی پٹھانوں کے ہاتھ کیفر کردار کو پہنچے۔ دیکھو کتاب انوارِ آفتابِ صداقت مولوی رشید احمد گنگوہی کے نجدی المذہب ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ جلد: ۳، ص: ۵۵/ میں ہے کہ تقویت الایمان پر عمل کرنا عین ایمان ہے۔ قارئین گرام اگر کوئی پوچھے کہ کون سی کتاب ہے جس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا دیوبندی مذہب میں عینِ اسلام ہے تو وہ کتاب تقویت الایمان ہے۔ جیسا کہ مولوی گنگوہی صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ ص: ۱۵۰/ جلد سوم میں لکھا کہ تقویت الایمان رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے تو ضروری ہے کہ جس شخص نے تقویت الایمان نہ پڑھی اور نہ اپنے پاس رکھی وہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ

تقویت الایمان کے لکھے جانے اور چھپنے کے قبل کوئی شخص بھی مسلمان نہ تھا اور چھپنے کے بعد بلکہ اس وقت بھی اگر اسی معیار سے مسلمانوں کو جانچا جائے تو کم از کم پنچانوے فی صد مسلمان یقیناً اسلام سے خارج ہوجائیں گے۔

گنگوہی صاحب کے مذہب میں تقویت الایمان کا مرتبہ قرآن مجید سے بھی زیادہ ٹھہرتا ہے، مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے قرآن شریف پر ایمان لائے تب مسلمان ہوگا، صرف رکھنے اور پڑھنے سے مسلمان نہیں ہوسکتا سیکڑوں کیا ہزاروں، لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جنھوں نے قرآن شریف نہیں پڑھا پھر بھی مسلمان ہیں، ہزاروں لاکھوں مسلمان ہیں جن کے پاس قرآن شریف نہیں مگر پھر بھی مسلمان ہیں۔ سیکڑوں ہزاروں تاجر کتب ہنود غیر مسلم ہیں جن کے اسٹاک میں قرآن شریف کی سیکڑوں کیا ہزاروں جلدیں ہیں تو کیا صرف قرآن شریف رکھنے سے مسلمان ہوجائیں گے، بلکہ متعدد ہنود ایسے ہیں جو علم کے شوقین ہیں یا مسلمان سے مناظرہ کا ذوق ہے اور اس لیے قرآن شریف مع ترجمہ پڑھتے ہیں تو کیا صرف اس پڑھ لینے سے وہ مسلمان سمجھے جائیں گے، نہیں ہرگز نہیں۔ مگر گنگوہی صاحب کے نزدیک تقویت الایمان کا مرتبہ معاذ اللہ قرآن شریف سے بھی بڑھا ہوا ہے کہ اس کا رکھنا اور پڑھنا جزء ایمان نہیں بلکہ عین ایمان ہے، اس لیے کہ عین شی کا وجود اسی شی کا وجود ہے اور عین شی کا عدم اس شی کا عدم ہے۔

ایمان والو! للہ انصاف، اس اقرار گنگوہی کو سامنے رکھ کر محمد بن عبد الوہاب نجدی جو مصنف تقویت الایمان کا معلم اول تھا اس کی تحقیق کیجیے کہ وہ کیسا شخص تھا اس کے لیے آپ کو کہیں دور جانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی اپنی کتاب فیض الباری شرح بخاری جلد اول میں لکھتے ہیں:

محمد بن عبد الوهاب النجدی فانه کان رجلا بلیدا قلیل العلم کان یتسارع الی الحکم بالکفر.

یعنی محمد بن عبد الوہاب نجدی تو ایک جاہل شخص کم علم کند ذہن تھا اور مسلمانوں کو کافر بنانے میں بہت جلد باز واقع ہوا تھا۔

اور اس کے قدم بقدم چلنے والے مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے ہم مذہب و مداح بھی استاد سے پیچھے نہ رہے، ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ جلد: ۲ رجس کی فہرست کی ابتدا ہی کتاب الکفر سے ہے۔ پہلا فتویٰ بھی کفر سے شروع کیا ہے، حالاں کہ محدثین اپنی کتاب کو کتاب الایمان سے شروع کرتے ہیں یہ محدث کہلاتے ہوئے بھی اپنی کتاب کو کتاب الکفر سے شروع کرتے ہیں اور فقہاے حنفیہ اپنی کتابوں کو کتاب الطہارت سے شروع کرتے ہیں، یہ حنفی کہلاتے ہوئے بھی محدثین وفقہا سب کے خلاف فتاویٰ جلد دوم کو کتاب الکفر سے شروع کیا۔

پہلا فتویٰ ۲۷ رسطر کا ہے جس میں ۲۶ رجگہ کفر وارتداد کا لفظ ہے، گویا ہر سطر پیچھے ایک کفر یہ ہے، کفر وارتداد کی گرم بازاری نعوذ باللہ منہ اللہ تعالیٰ ہم سنیوں کو نجدیوں کے شر سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین یا رب العالمین.

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمحتار جلد ۳ ر باب البغاۃ میں ابن عبد الوہاب کو خارجی باغی گروہ میں شامل کیا ہے، اور خارجیوں کا کام انبیا و اولیا کی توہین کرنا اور اہانت آمیز فقرہ کا افترا کرنا ہے اور ایمان والوں پر حکم کفر وشرک جڑ نا ہے۔ ان کے بعض اقوال کا ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہیں۔

(۱) حضور پر افترا کیا کہ آپ نے فرمایا کہ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔

(تقویت الایمان، ص:۶-۲)

(۲) صاف لکھا سب انبیا و اولیا اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔

(تقویت الایمان، ص:۵۵-۳)

(۳) صاف لکھا وہ بڑے بھائی ہوئے اور ہم ان سے چھوٹے۔

(تقویت الایمان، ص:۶۰-۴)

(۴) صاف لکھا غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر۔

(تقویت الایمان، ص:۵۸-۵)

(۵) صاف لکھ دیا کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

(تقویت الایمان، ص:۴۴-۶)

(۶) صراط مستقیم مطبع قیومی میں ہے:

نماز میں اپنے پیر یا ان کے مثل اور معظمین کسی کی طرف خیال لے جانا اگرچہ حضور رسالت مآب ہی ہوں اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔ (صراط مستقیم، ص:۸۷، مطبع قیومی)

مؤلف تقویت الایمان نے بے چارے سنیوں پر کیا کیا شرک و کفر کے فتوے دیے ہیں، آپ گنتے جایئے۔

(۷) جو شخص کسی نبی وولی کو دور سے پکارے مشکل کے وقت وہ مشرک۔

(۸) جو شخص ان سے مدد مانگے وہ مشرک۔

(۹) جو ان کی منت مانے وہ مشرک۔

(۱۰) جو ان کی نیاز کرے وہ مشرک۔

(۱۱) جو اپنے بیٹے کا نام عبد النبی رکھے وہ مشرک۔

(۱۲) جو علی بخش نام رکھے وہ مشرک۔

(۱۳) جو حسین بخش نام رکھے وہ مشرک۔

(۱۴) جو پیر بخش نام رکھے وہ مشرک۔

(۱۵) جو مدار بخش نام رکھے وہ مشرک۔

(۱۶) جو سالار بخش نام رکھے وہ مشرک۔

(۱۷) جو غلام محی الدین نام رکھے وہ مشرک۔

(۱۸) جو غلام معین الدین نام رکھے وہ مشرک۔

(۱۹) جو کسی نبی و ولی کی دہائی دے وہ مشرک۔
(۲۰) جو کسی نبی و ولی کی تعظیم کے لیے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو وہ مشرک۔
(۲۱) جو کسی نبی و ولی کے گھر یا مزار کی طرف دور سے قصد کر کے سفر کرے وہ مشرک۔
(۲۲) جو کسی نبی و ولی کے قبر پر غلاف ڈالے (چادر چڑھائے) وہ مشرک۔
(۲۳) جو اسے بوسہ دے وہ مشرک۔
(۲۴) جو وہاں روشنی کرے وہ مشرک۔
(۲۵) جو وہاں مور چھل جھلے وہ مشرک۔
(۲۶) جو نبی و ولی کے مزار کے گرد و پیش کے جنگل میں شکار نہ کرے وہ مشرک۔
(۲۷) جو وہاں کے درخت نہ کاٹے وہ مشرک۔
(۲۸) جو وہاں کی گھانس نہ اکھاڑے وہ مشرک۔
(۲۹) جو وہاں جانور نہ چرائے وہ مشرک۔
(۳۰) جو وہاں سے رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں پھرے وہ مشرک۔
(۳۱) جو وہاں کسی پیاسے کو پانی پلائے وہ مشرک۔
(۳۲) حتیٰ کہ جو نمازیوں کے وضو و غسل کے لیے سامان درست کرے وہ مشرک۔
(۳۳) جو کسی نبی و ولی کے کنواں کا پانی تبرک سمجھ کر لائے وہ مشرک۔
(۳۴) حتیٰ کہ جو نبی و ولی کے مزار کو جاتے میں نامعقول باتوں سے بچے وہ مشرک ہے۔
(۳۵) جو انبیا و اولیا کے لیے خدا کا دیا ہوا علم غیب مانے وہ مشرک۔

دیکھو تقویت الایمان مصنفہ مولوی اسماعیل دہلوی معرفت مولوی رشید احمد گنگوہی صفحہ پانچ سے صفحہ بارہ تک یوں ہی غریب مسلمانوں پر بے انداز کفر کے فتوے دیے۔

(۳۶) جو یا رسول اللہ کہے وہ کافر۔
(۳۷) جو میلاد کرے وہ کافر۔
(۳۸) جو نبی بخش نام رکھے وہ کافر۔

(۳۹) بسم اللہ مجلس منعقد کرنے والا کافر۔
(۴۰) شادی میں سہرا باندھنے والا کافر۔
(۴۱) محفل میلاد میں قیام کرنے والا کافر۔
(۴۲) گیارہویں شریف کرنے والا کافر۔
(۴۳) حضرت مدار رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں جانے والا کافر۔
(۴۴) شب برات میں حلوا کھانے والا کافر۔
(۴۵) آخر جمعہ رمضان شریف خطبہ الوداع پڑھنے والا کافر۔
(۴۶) قضائے عمری پڑھنے والا کافر۔
(۴۷) عید کے دن سویاں پکانے والا کافر۔
(۴۸) نمازِ عید کے بعد معانقہ کرنے والا کافر۔
(۴۹) مصافحہ کرنے والا کافر۔
(۵۰) کفن کے ساتھ جائے نماز و چادر دینے والا کافر۔
(۵۱) کفن پر کلمہ پڑھنے والا کافر۔
(۵۲) قبر پر شجرہ رکھنے والا کافر۔
(۵۳) تیجہ، دسواں چالیسواں شش ماہی برسی عرس کرنے والا کافر۔
(۵۴) مقبرہ بنانے والا کافر۔
(۵۵) سفر کر کے کسی قبر کی زیارت کرنے والا کافر۔
(۵۶) شاہ عبدالحق کے نیاز کا توشہ کرنے والا کافر۔
(۵۷) شاہ بوعلی قلندر کی سہ ماہی کرنے والا کافر۔
(۵۸) شغل برزخ کرنے والا کافر۔
(۵۹) نماز غوثیہ پڑھنے والا کافر۔
(۶۰) عورتوں کا زیادہ مہر باندھنے والا کافر۔

(۶۱) ان تمام کاموں اور ان کے ساتھ بہت سی باتوں کو لکھ کر تذکر الاخوان ص:۷۸، میں کہا اور اس کے سوا ہزاروں باتیں اس میں کرتے ہیں۔ اور ص:۷۹ / پر ان تمام کاموں کے کرنے والوں پر صاف کفر کا فتویٰ دیا اور صاف لکھ جو شخص اس کی برائی دریافت کر کے ناخوش ہوا اور ان باتوں کے ترک کو برا سمجھے تو صاف جان لینا چاہیے کہ وہ شخص مسلمان نہیں۔

یہ ہے نجدیوں کا کفر اس کے علاوہ نجدیوں کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے ان گنت مسائل کو نوکِ قلم میں لاسکتے ہیں۔

فتاویٰ گنگوہی، جلد: ۳/ص: ۵۵/ کی عبارت اوپر گزری کہ تقویت الایمان پر عمل کرنا عین ایمان ہے۔

دوسری جگہ ص: ۱۵۰/ پر لکھا کہ اس کتاب کو پڑھنا اور لکھنا عمل کرنا عین اسلام اور موجب اجر کا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ سب مسائل جو تقویت الایمان سے نقل کیے گئے ہیں وہ سب صحیح ہیں۔ اب اخیر میں تقویت الایمان کی ایک انوکھی بات لکھتا ہوں کہ اس جماعت کے نزدیک دنیا میں کوئی ایک بھی مسلمان نہ رہا، مسلمانوں کو کافر لکھتے لکھتے اپنے آپ کو بھی اسلام سے خارج کر دیا ان کے نزدیک دنیا کے سب متنفس کافر ہی کافر ہیں۔

تقویت الایمان، ص: ۵۰/ پر حدیث مشکوٰۃ شریف نقل کر کے اس کا ترجمہ کیا پھر بھیجے گا اللہ تعالیٰ ایک باد اچھی سو جان نکال لے گی جس کے دل میں ایک رائی کے دانے بھر ایمان ہے سو رہ جائیں گے وہی لوگ کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں سو پھر جاویں گے۔ اپنے باپ داداؤں کے دین پر۔

پھر اس کے فائدہ میں لکھا، پھر اس کے بعد ایسی باد بھیجے گا سب اچھے بندے جس کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا مر جاویں گے۔ اس کے بعد اس صفحہ میں لکھا سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے مطابق ہوا یعنی وہ ہوا چل گئی اور روئے زمین پر کوئی ایمان دار

ایسا بھی نہ رہا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو سب کے سب مر گئے جو لوگ موجود ہیں سب کے سب بے ایمان ہیں اس میں وہ خود بھی داخل ہے اور اس کے تمام ماننے والے سارے وہابی بھی تقویت الایمان کے اس حکم کے بموجب سب کے سب بے ایمان کافر بت پرست ہیں۔

غور کرو تو اس قول پر دو وجہ سے کفر لازم ہے، ایک اس لیے کہ اپنے کفر کا اقرار کیا اور اقرار کفر ہے۔

فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

مسلم قال انا ملحد يكفر و لو قال ما علمت انه كفر لايعذر بهذا.(۱)

جو مسلمان اپنے کفر کا اقرار کرلے کافر ہے۔ اگر چہ یہ کہے کہ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ اقرار کفر ہے تو یہ عذر نہ سنا جائے گا۔ دوسری وجہ یہ کہ تمام امت کو کافر بتانا کفر ہے۔

شفا شریف ص: ۳۶۲ / میں ہے:

نقطع بتكفير كل قائل قال قولا يتوصل به الى تضليل الأمة.(۲)

جو ایسی بات کہے جس سے تمام کو گمراہ کرنے کی راہ نکلے اس کے کفر میں شبہہ نہیں فریب کاری یہ کہ حدیث میں وارد ہوا تھا کہ یہ ہوا دجال کے نکلنے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کے بعد آئے گی۔

ص: ۵۱ / میں یہ حدیث نقل کر کے ان لفظوں کا یہ ترجمہ کیا نکلے گا دجال، سو بھیجے گا اللہ ایک باد ٹھنڈی شام کی طرف سے تو نہ باقی رہے گا کوئی کہ اس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو مگر کہ مار ڈالے گی، مگر باوجود اس کے لکھ دیا: سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق

(۱) الفتاویٰ الهندية، كتاب السير، موجبات الكفر، ج:۲، ص:۲۷۹.

(۲) الشفا بتعريف حقوق المصطفىٰ، فصل فی بیان ماهو من المقالات، ج:۲، ص:۲۸۶، (دارالفكر بيروت)

ہوا، یعنی وہ ہوا چل گئی یعنی دجال نکل گیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل بھی ہوں گے وہ ہوا بھی چل گئی اب ساری دنیا میں بے دین ہی بے دین رہ گئے۔

ایمان والو! اب مولوی اسماعیل دہلوی کے ہم عقیدہ لوگوں کے اقوال کو بھی دیکھیے اور یاد رکھیے کہ یہ لوگ اپنے کو حنفی کہیں یا شافعی یا مالکی یا حنبلی کہتے ہیں یہ سب عقیدہ میں نجدی ہیں ایسے مولویوں کے اقوال کو لیجیے اور سمجھ کر ان سے الگ تھلگ ہو جایئے۔

(۱) کسی کو دور سے پکارنا، اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہو گئی، کسی سے مرادیں مانگنا، کسی کے سامنے جھکنا۔ (بہشتی زیور، تھانوی)

نیز اس کے ص: ۴۶؍ پر ہے:

سہرہ باندھنا، علی بخش، حسین بخش، عبد النبی وغیرہ نام رکھنا یوں کہنا کہ خدا اور رسول اگر چاہے تو فلانا کام ہو جائے گا۔ (بہشتی زیور، حصہ اول)

جب یہ سب باتیں کفر و شرک ہوئیں تو ان کے کرنے والے مولوی اشرف علی کے نزدیک کافر مشرک ہوئے، یعنی جس نے کسی سے مراد مانگی کافر مشرک جو کسی کے سامنے جھکا وہ کافر مشرک جس نے سہرا باندھا وہ کافر مشرک، جس نے علی بخش، حسین بخش، عبد النبی نام رکھا کافر مشرک، کسی کو دور سے پکارا اور یہ سمجھ لیا کہ اسے خبر ہو گئی وہ کافر مشرک، جس نے یہ کہا کہ اگر خدا اور رسول چاہے تو وہ کام ہو جائے گا وہ کافر مشرک، یہ چھ باتیں جن کو تھانوی نے کفر و شرک لکھا ہے ان میں سے ایک بات بھی تم سے ہوئی تو تھانوی صاحب کے نزدیک کافر ہو گے، اگر تھانوی صاحب کے اس معیار پر مسلمانوں کو جانچا جائے تو مشکل سے فی صد پانچ مسلمان نکلیں گے ورنہ سب کے سب کافر مشرک ہیں، تھانوی صاحب ذرا گھر کی خبر لیجیے:

گنگوہی صاحب پدری نسب نامہ و مادری نسب نامہ تذکرۃ الرشید ص: ۱۳؍ پر ملاحظہ فرمایئے:

گنگوہی صاحب کے دادا نانا میں کتنے ایسے ہیں جو تھانوی صاحب کے حکم سے

مشرک ہیں۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

(۲) تھانوی صاحب نے حفظ الایمان ص:۸/ پر نبی ﷺ کے علم غیب کو پاگل جانوروں کے علم غیب کے مثل بتایا، صاف لکھ دیا پھر حضور کے ذات مقدمہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہوتو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے ثابت ہے، اس عبارت میں تھانوی صاحب نے علم غیب کی دو قسمیں کیں کل اور بعض کل کو تو عقلاً نقلا محال بتایا اور کوئی بھی حضور اقدس ﷺ کو خداوند عالم کی طرح کل غیوب کا عالم نہیں کہتا ہے۔ رہا بعض عطائی علم غیب وہ یقیناً ادلہ شرعیہ سے حضور اقدس ﷺ کو حاصل ہے اور اسی کو اہل سنت وجماعت حضور کے لیے مانتے ہیں۔

اسی علم نبوی کو تھانوی صاحب نے زید وعمر بلکہ ہر لونڈے ہر پاگل بلکہ تمام حیوانات گدھے، کتے، سور اور بہائم کے لیے ثابت ماننا اور نبی ﷺ کے علم کو زید وعمر بلکہ ہر صبی ومجنوں بلکہ تمامی حیوانات جس میں گدھے کتے، سور وغیرہ ہیں کے متعلق علم کے تشبیہ دی جس میں رسول اللہ ﷺ کی سخت سے سخت توہین ہے۔

مسلمانو! اگر یہی عبارت مولوی اشرف علی کے لیے کہی یا لکھی جائے کہ مولوی اشرف علی کی ذات پر علم کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ "اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کل علم اگر بعض علم مراد ہے تو اس میں مولوی اشرف علی کی کیا تخصیص ایسا علم تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے حاصل ہے۔" تو یقیناً اس کے معتقدین وتلامذہ ومریدین جامہ سے باہر ہو جائیں گے اور یہی کہیں گے کہ اس میں مولوی تھانوی صاحب کی سخت توہین ہے تو ان کے علم کو ہر لونڈے پاگل گدھے کتے سور کے علم کے برابر کر دیا۔

حالاں کہ یہ الفاظ بعینہ وہی ہیں۔ جو تھانوی صاحب کی عزت ہے، لیکن سید عالم ﷺ کی عزت و وقعت نہیں جب تو تھانوی صاحب کے لیے ایسے الفاظ نہ بول سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں اور نبی ﷺ کے لیے بولتے چھاپتے اور پڑھتے ہیں۔ مگر کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔

مسلمانو، ایمان والو! خوب اچھی طرح جان لو "حفظ الایمان" کی اس عبارت کا توہین ہونا آفتاب سے زیادہ روشن ہے، جو اس کی طرف داری میں بولے وہ کفر کی حمایت کرتا ہے۔

(۳) تھانوی صاحب نے اپنے رسالہ الامداد ماہ صفر ۱۳۳۶ھ ص: ۲۴ر میں ایک مرید کے لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ خواب اور بیداری میں پڑھنے پر انکار نہ کیا بلکہ اس کو باعث تسلی بتایا۔

دیکھو پرچہ مذکورہ عبارت یہ ہے کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی، کلمہ شریف پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام کے (اشرف علی) نکل جاتا ہے، حالاں کہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے، دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور یہی چند شخص حضور کے پاس تھے، لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا لیکن بدن بدستور بے حسی تھی اور اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب و بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا، لیکن حالت بیداری میں کلمہ

شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے۔اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہوجائے۔ بایں خیال بندہ بیٹھ گیا۔

پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں:

اللھم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی......

حالاں کہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں، اس روز کچھ ایسا ہی خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سی وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں۔ کہاں تک عرض کروں۔انتہیٰ بلفظہٖ۔

جواب اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔انتہیٰ۔

مسلمانو! غور کرو یہ خبیث مضمون سوائے وہابی کے دنیا میں کسی اور کافر کے ذہن میں بھی نہ آیا ہوگا۔طرفہ یہ کہ مرید کو تو یہ خیال بھی آیا کہ وہ غلطی پر ہے،مگر پیر صاحب نے اس ناشدنی حال کو بہتر قرار دیا اور مرید کو اس پر پختہ اور مستقل کرنے کے لیے حالت خواب کو نہیں بلکہ بیداری کے واقعہ کو لکھا کہ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف رجوع کرتے ہو یعنی اشرف علی، وہ متبع سنت ہے اس کے دل سے غلطی کا خطرہ بھی دور کیا۔ حالاں کہ اگر خداوند عالم عقل سلیم بھی دیتا تو جواب میں یہ لکھنا تھا کہ یہ کفری کلمہ ہے ایسا حال نہایت خراب ہے۔ جلد توبہ استغفار کرو، مجھے ان کلمات سے بہت سخت تکلیف ہوئی۔خبردار پھر اس حال کا اعادہ نہ ہونے پائے یہ شیطان کے مکائد اور اغوا سے ہے کہ بظاہر پیر کی محبت دکھاتا ہے۔اور درحقیقت کلمہ کفر یہ تم سے بلوا کر تمہاری راہ مارتا ہے۔

(۴) فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم، یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے اور مولوی اشرف علی صاحب نے نہ صرف نبی ﷺ کے لیے علم غیب مانا بلکہ زید کے لیے

بھی علم غیب ثابت مانا، عمرو کے لیے بھی علم غیب مانا، اور نہ صرف زید و عمرو وانسانوں کے لیے بلکہ ہر لونڈے کے لیے علم غیب مانا، ہر پاگل کے لیے علم غیب مانا بلکہ جمیع حیوانات کتے، سور، بیل، گائے، مرغا، مرغی، چوہا، چھچھوندر بلکہ جمیع بہائم کے لیے علم غیب ثابت کیا۔ دیوبندیوں انصاف سے کہو کہ گنگوہی صاحب کے فتویٰ سے تھانوی صاحب مشرک ہوئے یا نہیں؟

(۵) گنگوہی صاحب نے غیر اللہ سے مدد مانگنے کو شرک کہا، دیکھو فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم، ص:٦:

"غیر اللہ سے مدد مانگنا اگرچہ نبی ہو یا ولی شرک ہے۔"

اور مولوی محمود حسن مرثیہ گنگوہی صفحہ ۱۲/ پر لکھتے ہیں:

خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے
مرے مولیٰ مرے ہادی تھے بے شک شیخ ربانی

استاد کو مربی خلائق لکھا یعنی کھلے لفظوں میں اپنے استاد و پیر کو ساری مخلوقات کا پالنے والا بتایا۔ نیز مرثیہ، ص:۱۰/ پر ہے:

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یا رب
گیا وہ قبلۂ حاجات روحانی و جسمانی

مولوی محمود حسن صدر مدرس مدرسہ دیوبند دونوں جہاں کی حاجتیں انھیں سے مانگ رہے ہیں۔ قبلہ حاجات کو غور سے پڑھیے اور اس کو سوچئے بلکہ مولوی قاسم نانوتوی نے اپنے قصائد مطبع مراد آباد، ص:۸/ پر لکھا:

اگر جواب دیا بے کسوں کو تو نے بھی
تو کوئی اتنا نہیں جو کرے کچھ استفسار
مدد کر اے کرمِ احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسمِ بے کس کا کوئی حامی کار

ان اشعار میں خطاب وندا غیر ومدد از غیر خدا سبھی کچھ ہے سب دیوبندی حضرات جواب دیں کہ مولوی محمود حسن اور ان کے استاد مولوی قاسم نانوتوی صاحب مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوے سے مشرک ہوئے یا نہیں؟

(۶) مولوی گنگوہی صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ جو مرثیہ تعزیہ وغیرہ میں پڑھا جاتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب دیا کہ جو مرثیہ تعزیہ میں پڑھا جاتا ہے اس کو جلا دینا زمین میں دفن کر دینا ضروری ہے۔ دیوبندی مولویوں سے استفسار ہے کہ جتنے مرثیے دیوبندی مولویوں نے لکھے۔ یا یہ مرثیہ گنگوہی جو مولوی محمود حسن صاحب نے لکھا اس کی کتنی کاپیاں آپ لوگوں نے جلائیں یا زمین میں دفن کر دیں؟ یا یہ خاص مہربانی اور عنایت حضرت سید الشہدا امام حسین ہی کے ساتھ ہے:

کلام اللہ پر ایمان ان کا ہو نہیں سکتا
رسول اللہ کے فرزند سے جس کو عداوت ہے
رسول اللہ کی توہین ان کی آل پر حملے
خدا کے دشمنوں کی بس یہی گویا عبادت ہے
(عمر وارثی)

(۷) فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم، ص: ۱۱۴ر محرم میں ذکر شہادت حسین علیہ السلام کرنا اگرچہ بروایت صحیحہ ہو یا سبیل لگانا، شربت پلانا، دودھ پلانا سب نا درست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہے۔

مسلمانو! غور سے سنو یہ سب تو حرام مگر ہولی دیوالی کہ کفار کے آتش پرستی کے دن میں وہ اس کی خوشی میں جو چیزیں مسلمانوں کے یہاں بھیجیں وہ سب درست ہے، کسی نے گنگوہی صاحب سے پوچھا کہ ہنود اپنے تہواروں ہولی یا دیوالی میں پوری یا اور کچھ کھانا مسلمانوں کو دیں تو اس کا کھانا درست ہے یا محرم کے شربت و دودھ کی طرح یہ بھی حرام ہے؟

فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم، ص: ۱۰۷ر ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر کو کھیریں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد حاکم نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں؟

اس کا جواب دیا مسلمانوں کو کھانا درست ہے اس میں کوئی خرابی نہیں۔

(۸) فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم، ص: ۸۳ر انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے تداعی امر مندوب کے لیے ناجائز ہے مگر ان کے یہاں مجلس دستار بندی و چناں وچنیں ہوتی رہتی ہے اور سب میں ماہ دو ماہ قبل سے تداعی ہوتی ہے وہ سب جائز ہے۔ مجدد الف ثانی کے عرس کا تداعی خوب ہوتا ہے اور از یں قبیل غور کرو گے تو بہت سی باتوں میں تداعی پاؤ گے یہ سب جائز اور درست اور مجلس میلاد شریف تداعی کے عذر سے نادرست:

نہ کیوں پھر عرس ہوتا ہے مجدد الف ثانی کا
کہ ثابت جس میں اکثر عالمانِ حق کی شرکت ہے
یہ سب جائز ہیں لیکن نام جب آتا ہے سرور کا
تو کہتے ہو کہ بدعت ہے ضلالت ہے جہالت ہے

(عمر وارثی)

(۹) براہین قاطعہ مصدقہ گنگوہی صاحب، ص: ۲۶ میں نبی ﷺ کو دیوبندیوں کا شاگرد بتایا صاف لکھ دیا کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے، آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی آپ تو عربی ہیں فرمایا کہ جب سے علمائے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی۔ سبحان اللہ! اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔

ص: ۵۱ر پر شیطان کے لیے تمام روئے زمین کا علم نص سے ثابت مان کر حضور اقدس ﷺ کے لیے ماننے کو شرک ٹھہرایا اور شیطان محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ

ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے، مطلب یہ ہوا کہ نبی ﷺ کے علم سے شیطان کا علم زیادہ ہے۔

(۱۰) مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے تحذیر الناس ص:۲۸/ میں حضور اقدس ﷺ کی ختم نبوت بمعنی آخری نبی ہونے سے انکار کیا، صاف لکھ دیا بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہ آئے گا۔

(۱۱) اسی تحذیر الناس کے ص:۵/ پر ہے انبیا اگر اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا یہ عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہوجاتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں نانوتوی صاحب نے علم میں انبیا کو امت سے افضل واعلم بتایا تھا، مگر مولوی خلیل احمد و رشید احمد نے شیطان ملک الموت کو علم میں بڑھا دیا اور تھانوی صاحب نے تو ہر لونڈے ہر پاگل گدھے، کتے سور وغیرہ حیوانات و بہائم کو معاذ اللہ حضور کے علم کے برابر کر دیا۔

عزیزانِ من! قرآن مجید میں اپنے محبوب کا ادب بتایا:

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ.[1]

یعنی مسلمانوں اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، نہ ان کے سامنے زور سے بولو جس طرح آپس میں بعض آدمی بعض کے سامنے بولا کرتے ہیں۔

اور ایسا کرنے والوں کو وعید شدید سے ڈرایا:

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ.[2]

ایسا کرو گے تو تمہارا کیا دھرا سب ملیا میٹ ہوجائے گا اور تم کو اس کا شعور بھی نہ

(۱) القرآن الکریم، آیت:۲، الحجرات: ۴۹، پارہ: ۲۶.
(۲) القرآن الکریم، آیت:۲، الحجرات: ۴۹، پارہ: ۲۶.

ہوگا، یہ دربار سلطان دوعالم محبوب رب العالمین کا ہے، یہاں کے آداب کا لحاظ رکھو جب مقبولان بارگاہ کو فرمایا گیا کہ صرف حضور کے دربار میں زور سے بولنا ان کی آواز سے آواز بلند کرنا نیکیوں کے برباد ہوجانے کا سبب ہوتو زمانہ حال کے جولوگ برملا گستاخی وتوہین کے کلمات لکھتے چھاپتے شائع کیا کرتے ہیں ان کا کیا حشر ہوگا؟

یادرکھو کہ توہین نبی کفر ہے، میری یہ خواہش نہیں کہ کسی شخص کو بے وجہ کافر کہوں بلکہ یہ بتادینا چاہتا ہوں کہ ایسے کلمات کہنے اور لکھنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے تاکہ مسلمان ان کلمات سے بچیں اور اپنے آپ کو اسلام سے نکال کر دائرۂ کفر میں داخل نہ کریں۔

بشنو بشنو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ذکر آیا کہ حضور اقدس ﷺ کدو کو پسند فرماتے تھے ایک شخص نے کہا میں تو اس کو پسند نہیں کرتا، پس امام موصوف نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا: ایمان تازہ کرورنہ میں تجھ کو قتل کردوں گا۔ (۱)

عزیزانِ من! خوب یادرکھوا دنیٰ کلمہ اہانت نبی کفر ہے، اللھم احفظنا طرفہ تماشا یہ ہے کہ یہ حضرات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے شان میں ناپاک اور گندہ الفاظ استعمال کرتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ آسمان کا تھوکہ منھ پر ہی آتا ہے۔ کسی مقدس ہستی پر الزام لگانا اپنی عاقبت خراب کرنا ہے، بدمذہب لوگ کہا کرتے ہیں بلکہ مولانا صاحب موصوف لوگوں کو کافر بتاتے ہیں یہ غلط اور ازسرتاپا غلط ہے۔ وہ کسی کو کافر نہیں بناتے ہیں بلکہ جولوگ اپنے کلماتِ کفریہ کی وجہ سے کافر ہوگئے ان کو کافر بتاتے ہیں اور اس میں کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہیں کرتے یہ بات ویسی ہی ہے جب سرکار دوعالم ﷺ نے تبلیغ اسلام شروع کی اور مشرکین کو ان کے شرک وکفر پر مطلع فرمایا کہ فلاں فلاں چیز سے بچو کہ وہ شرک ہے کفر ہے تو مشرکین کہنے لگے کہ حضور تم کو مشرک بناتے ہیں، کافر بناتے ہیں۔

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ملا علی قاری مطبوعہ مصر، جلد: دوم، ص:۷۷۔

حالاں کہ وہ مشرک اور کافر تو اپنے برے اعتقاد برے عمل کی وجہ سے ہو گئے حضور نے ان کو کافر مشرک بتا کر ان کلمات کفریہ اور اعتقادات شرکیہ سے بچانا چاہا اسی کا اتباع کر کے حضرت فاضل بریلوی نے ان کا کفر بتایا ہے، نہ کہ ان کو کافر بنایا ہے۔

فائدہ ضروریہ:- نور محمد ٹانڈوی نے ابھی حال ہی میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام تکفیری افسانہ رکھا ہے اور اس میں بزور زبان اور زور و بہتان یہ دعویٰ کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے ہر بڑے شخص کی تکفیر کی ہے جواباً گزارش ہے کہ یہ سعادت مندی تو مولوی اسماعیل دہلوی نے بہت پہلی حاصل کر لی انھوں نے تو بیک گردش قلم سارے جہان کو دائرہ اسلام سے نکال کر احاطہ کفر میں داخل کر دیا ہے کسی ایک کو بھی مسلمان باقی نہ رکھا نہ بڑے کو نہ چھوٹے کو جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب کس کو کافر بناتے:

ناوک نے تیرے صید نچھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

ذرا پھر ملاحظہ ہو، حدیث مشکوۃ شریف اور اس کا ترجمہ اور اس کے ساتھ آفت کی (ف) پھر بھیجے گا، اللہ ایک بار اچھی سوجاں نکال لے گی جس کے دل میں ہوگا، ایک رائی کے دانے بھر ایمان سو رہ جائیں گے، وہی لوگ کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں سو پھر جائیں گے، اپنے باپ داداؤں کے دین پر پھرص: ۵۴۰ر پر لکھا نکلے گا۔

دجال سو بھیجے گا اللہ عیسیٰ بیٹے مریم کو سو وہ ڈھونڈے گا، اس کو پھر تباہ کر دے گا، اس کو پھر بھیجے گا، اللہ ایک بار ٹھنڈی شام کی طرف سے سو نہ باقی رہے گا زمین پر کوئی کہ اس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو مگر کہ مار ڈالے گی، اس کو با ایں ہمہ حدیث مذکور لکھ کر اسی صفحہ پر صاف لکھ دیا سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔ اب نہ خروج دجال کی حاجت رہی نہ نزول مسیح کی ضرورت بلکہ ان کے نصیبوں وہ ہوا بھی چل گئی جس نے تمام مسلمانوں کو جن کے دل میں ذرہ بھر ایمان تھا سب کو مار ڈالا اب دنیا بھر میں بڑے کافر

ہی کافر رہ گئے، یہ ہے تمام مسلمانوں کو کافر بنانے کا جوش وخروش کہ تمام مسلمانوں کو کافر مشرک بنانے کے لیے ختم دنیا کی حدیث صاف صاف اپنے زمانہ موجودہ پر جمادی اور کچھ پرواہ نہ کی کہ جب یہ وہ زمانہ ہے، جس کی حدیث میں خبر دی اور وہ ہوا بھی چل گئی اور جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان تھا مر گیا، اور دنیا میں نرے کافر ہی کافر رہ گئے تو یہ شخص خود اور اس کے سارے پیرو کیا دنیا کے پردے سے کہیں الگ بستے ہیں۔

غرض مولوی اسماعیل دہلوی نے کس کو مسلمان باقی رکھا تھا جس کو مولانا احمد رضا خاں صاحب کی پیدائش کے بہت پہلے مولوی اسماعیل نے اپنے حصہ میں لے لیا۔

نیز ٹانڈوی صاحب کا یہ ظلم دیکھیے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب نے مولوی اسماعیل دہلوی کی کتابوں سے ایسے ستر کلمات تحریر فرمائے جن پر علمائے کرام و مفتیان عظام نے کفر کے فتویٰ دیے ہیں ان کو بحوالہ کتاب نقل کر کے تحریر فرماتے بالجملہ و مہر نیم روز کی طرح ظاہر وزاہر کہ اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسماعیلیہ اور ان کے امام نافرجام پر جزماً قطعاً اجماعاً بوجوہ کثیر کفر لازم، اور بلاشبہہ جماہیر فقہاے کرام واصحاب فتویٰ اکابر و اعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب کافر باجماع ائمہ ان سب پر اپنے تمام کفریات ملعونہ سے بالتصریح توبہ ورجوع اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھنا فرض وواجب۔ یہ لزوم کفر اور اکابر علما کے فتاویٰ نقل کر کے اپنی ذاتی تحقیق اس کے متصل تحریر فرمایا۔

اگرچہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (یعنی کافر کہنے) سے کف لسان (یعنی زبان کو روکنا) ماخوذ ومختار ومرضی ومناسب مگر ٹانڈوی صاحب نے اپنی دیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے عبارت صرف فرض و واجب تک نقل کیا اور اس کے متصل کی عبارت ہے جس میں تکفیر سے احتیاط کی گئی تھی بالکل اوڑا دیا اور ستر کفریات کو ستر ہزار بنا دیا اسی وجہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب اچھے پوری پورنوی نے جو اس کا رد لکھ کر ٹانڈوی صاحب کے پاس بھیجا، ابھی تک اس کے جواب سے عاجز وقاصر رہے اور تا قیامت عاجز رہیں گے یہ تو بعینہٖ آیہ کریمہ وانتم سکاری کو چھپا کر لا تقربو الصلوٰۃ کو حکم خداوندی

ظاہر کرنا اور سب کو مقربنانا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک.

یہ ٹانڈوی صاحب دیوبندی مولویوں کے مشہور واعظ اور ان کے مذہب کے ناصر ومددگار ہیں اور موجودہ دور میں غیر مقلدوں کے اعتبار سے دیوبندی حضرات زیادہ خطرناک ہیں، غیر مقلدین تو آمین بالجہر و رفع یدین کی وجہ سے فوراً پہچان لیے جاتے ہیں۔ یہ لوگ حنفی بن کر لوگوں کو زیادہ گمراہ کرتے ہیں وہ لوگ تو صرف ائمہ مجتہدین کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ تو انبیا و رسل کی توہین و بے قدری سے باز نہیں رہتے۔

ایسے ایسے کلمات لکھتے ہیں کہ اگر وہی کلمے ان کے پیروں استادوں بلکہ خود انھیں کو اگر کوئی کہے لکھے تو آگ بگولہ ہو جاتے ہیں، ان دیوبندیوں کے یہاں توحید کے معنی انبیا و اولیا کی توہین ہے۔ جیسے روافض کے یہاں حب علی کے معنی بغض و تبرا صحابہ کرام ہے۔ یاد رکھو یہ توحید ایمانی نہیں بلکہ توحید شیطانی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا ان کے آگے نہ جھکا کہ کہیں شرک نہ ہوئے۔ مگر اس کا جو حشر ہوا عالم آشکار ہے۔ اسی طرح ان وہابیوں کے یہاں صرف اللہ کو ماننا ہے۔ بقیہ کسی کو نہیں ماننا۔

تقویۃ الایمان، ص: ۱۴؍ میں ہے جتنے پیغمبر آئے سوا اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے کہ اللہ کو مانے اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔

ص: ۱۶؍ اللہ نے فرمایا کسی کو میرے سوا نہ مانیو۔

ص: ۱۸؍ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔

ص: ۷؍ اوروں کو ماننا محض خبط ہے یہاں انبیا و رسل ملائکہ و قیامت جنت و نار حور و قصور وغیرہا۔ تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کیا اور اس کا افترا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر رکھ دیا، ہر اردو زبان والا جانتا ہے کہ ماننا تسلیم و قبول و اعتقاد کو کہتے ہیں، اسی لیے اہل زبان ایمان کا ترجمہ ماننا اور کفر کا ترجمہ نہ ماننا کرتے ہیں۔

یومنون بما انزل الیك.

موضح القرآن شاہ عبد القادر صاحب مانتے ہیں، جو اترا تجھ کو:

انذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون.

تو ڈراوے یا نہ ڈراوے وہ نہ مانیں گے۔

عزیزانِ من! حضور پرنور ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق مسلمانوں کے تہتر فرقے ہو گئے۔ ایک ناجی اہل سنت و جماعت باقی بہتر ناری بے دین بدمذہب، دیکھو دبستان مذاہب، ان دیوبندیوں وہابیوں کا پیشوا ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی، ان کا سردار محمد بن عبدالوہاب نجدی جس کی کتاب التوحید کا ترجمہ بنام تقویت الایمان کر کے ہندوستانیوں کو گمراہ کیا اور اس کے پہلے اس خیال کا ایک عالم گزرا ہے جس کا نام ابن تیمیہ ہے جس کے بارے میں علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا:

اما ابن تیمیة فرجل اضله الله علی علم و ختم علی سمعه و قلبه وجعل علی بصره غشاوه.

ابن تیمیہ وہ ایک ایسا شخص ہے جسے اللہ نے باوجود علم دینے کے گمراہ کر دیا اور اس کے قلب پر اور کان پر مہر کر دی، اور آنکھ پر گھٹا ٹوپ ڈال دیا اور اس کا پیشوا وہ شخص ہے جو ذوالخویصرہ کے نام سے مشہور ہوا۔ فی الحقیقۃ یہ منافق تھا اور حضرت مولائے کائنات کے دست مبارک سے مارا گیا۔

اللھم احفظنا من شرورھم.

حدیث چہلم (40)

حرام، حلال وفرض وواجب اور مستحب ومباح کی جامع تعریف

عن سلمان الفارسی رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ الحلال ما احل الله فی کتابه والحرام ماحرم الله فی کتابه وما سکت عنه فهو عفو.(1)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی نبی ﷺ نے فرمایا حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا، اور حرام وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس سے سکوت فرمایا وہ اس قسم سے ہے جس کو اللہ نے معاف فرمایا۔

مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں ہے:

فیه ان الاصل فی الاشیاء الاباحة.(2)

اس سے ثابت ہوا کہ اصل اشیا میں مباح ہوتا ہے۔

شیخ محقق محدث دہلوی "اشعۃ اللمعات" میں فرمایا:

"ازایں جا معلوم می شود کہ اصل در اشیاء اباحت۔"(3)

فائدہ:- اس حدیث سے دین کی ایک اصل عظیم ثابت ہوئی، جس سے

(1) السنن الکبریٰ للبیهقی، باب مالم یذکر تحریمه ولا کان فی معنی ما ذکر تحریمه مما یوکل و یشرب، ج:1، ص:21. / مشکاة المصابیح، کتاب الاطعمة، باب مایحل اکله وما یحرم الفصل الثالث، ص: 362.

(2) .مرقاة المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ج:1، ص:249، (دارالفکر، بیروت)

(3) اشعة اللمعات، زیر حدیث مذکور، ج:3، ص:479، مکتبه رضویه سکھّو.

ہزاروں شرعی مسئلے ثابت ہوتے ہیں، وہ یہ کہ شریعت میں جس چیز کی حلت یا حرمت کا صاف صاف حکم بیان نہ ہوا اور اس سے سکوت ہو وہ مباح ہے۔ کریں جب بھی مواخذہ نہیں؛ کہ اس نے کوئی حرام نہیں کیا اور نہ کریں جب بھی الزام نہیں، اس لیے کہ اس نے کوئی فرض ترک نہیں کیا:

قال الله تعالیٰ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَ اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَحِیْمٌ.(۱)

مسلمانو! نہ پوچھو وہ باتیں کہ اگر ان کا حکم کھول دیا جائے تو تمھیں برا لگے اس زمانہ میں پوچھو گے کہ قرآن اتر رہا ہے تو تم پر کھول دیا جائے گا۔ انھیں اللہ نے معاف کر دیا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ آیت کریمہ ان تمام احادیث کی تصدیق و تائید ہے کہ شریعت نے جس چیز کا ذکر نہیں کیا ہے معافی میں ہے جس میں اب تبدیل کا احتمال نہیں جو معافی پر اعتراض کرتا ہے وہ جاہل ہے۔ اللہ تعالیٰ دوسری آیت میں فرماتا ہے:

وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ. وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا.(۲)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس چیز کا حکم دیں اس کو لے لو وہ تم پر فرض ہے اور جس سے منع فرما دیں اس سے باز رہو، یعنی وہ حرام ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس کا نہ حکم دیا نہ منع فرمایا اس کا کرنا نہ فرض و واجب نہ گناہ و حرام۔ واجب اس لیے نہیں کہ حکم نہ دیا اور چوں کہ منع بھی نہ کیا، اس لیے ناجائز و حرام بھی نہ ہوگا، وہ مباح ہے چاہیں تو کریں اور اگر نہ چاہیں تو نہ کریں۔ ایسی چیزوں کو جو فرض کہے غلطی پر ہے، یوں ہی جو شخص ناجائز و حرام کہے وہ بھی غلطی پر ہے بلکہ مباح

---

(۱) القرآن الکریم، آیت: ۱۰۱، المائدة: ۵، پارہ: ۷.
(۲) القرآن الکریم، آیت: ۷، الحشر: ۵۹، پارہ: ۲۸.

ہے، اگر کوئی شخص اچھی نیت سے کرے تو مستحسن ہو جائے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو ردٌّ.(۱)

جس نے ہمارے دین میں وہ بات نکالی جو دین کے قسم سے نہیں ہے یعنی کتاب وسنت کے مخالف ہے وہ بات اس کی مردود ہے: مالیس منه کی شرح میں مرقات میں ہے:

فی قوله مالیس منه اشارة الی ان احداث مالا ینازع الکتاب والسنة... لیس بمذموم ملخصًا. (۲)

یعنی اس میں اشارہ ہے اس کی طرف کہ نکالنا ایسی چیز کا جو مخالف کتاب وسنت کے نہیں ہے برا نہیں ہے۔

محدث دہلوی نے اس کی شرح میں لکھا کہ اس سے مراد وہ چیز ہے جو کتاب و سنت کو بدل دینے والی ہو اور اگر بدلنے والی کتاب وسنت کی نہ ہو وہ ناجائز نہ ہوگی۔ جو اسے ناجائز کہتا ہے اپنی طرف سے دین کا حکم بدلتا ہے۔ اور اس کی بہت موٹی مثال قرآن شریف کے الفاظ پر اعراب لگانا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانہ میں قرآن شریف میں زبر وزیر پیش جزم نہ لگایا جاتا تھا کہ ان کی مادری زبان عربی تھی۔ بغیر اعراب کے بھی قرآن شریف صحیح پڑھا کرتے تھے۔

لیکن جب اسلام پھیلا اور غیر عربی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ایک شخص نے آیت کریمہ: "اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ رَسُوْلُهٗ" بضم لام جس کے معنی میں بے شک اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہیں کو ورسولہ بکسر لام پڑھا۔ جس

(۱) مشکاة المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ص:۲۷.

(۲) مرقاة المفاتیح، تحت حدیث: من احدث فی امرنا هذا... ج:۱، ص:۲۱۵

کے معنی یہ ہوئے کہ (معاذ اللہ) اللہ بیزار ہے مشرکین اور اپنے رسول سے۔ یہ بالکل خلاف حق اور غلط ہے۔ لام کے پیش کی جگہ زیر پڑھنے سے معنی کس قدر غلط ہو گئے۔ اس وقت قرآن شریف میں زبر زیر لگایا گیا تو اب کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ اعراب لگانا بدعت اور گناہ ہے۔

اس لیے کہ اگر دین کی بات ہوتی تو خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام لگاتے۔ جب انھوں نے نہیں لگایا تو یہ احداث فی الدین اور بدعت ہوگا۔ مگر چوں کہ مخالف کسی آیت یا حدیث کے نہیں اور اس میں قرآن شریف صحیح پڑھنے کی تائید ہے۔ اس لیے کسی عالم نے اس پر اعتراض نہ کیا۔ یہاں تک کہ شرک و بدعت پرست حضرات بھی جب اپنے یہاں قرآن شریف چھاپتے اور چھپواتے ہیں تو اعراب کے ساتھ ہی چھپواتے ہیں اور بدعت ہونے کا خیال بھی نہیں کرتے۔

البتہ جو نئی بات خلاف کتاب وسنت ہوگی وہ ضرور بدعت اور ناجائز ہوگی اور جو مخالف نہ ہو وہ اگر لغوی معنی کے اعتبار سے بدعت ہی ہوگی تو بدعت حسنہ ہوگی۔ اسی بنا پر حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تراویح با جماعت کو نعمت البدعۃ فرمایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے چاشت کی نماز کو بدعت حسنہ فرمایا۔

پس امر محدث کو بدعت حسنہ کہنا قول صحابی سے ثابت ہے، یہاں تک کہ "براہین قاطعہ" مصدقہ گنگوہی صاحب میں بھی اس کو جائز بلکہ سنت تسلیم کرنا پڑا۔

ص: ۱۹/ میں ہے:

"جس نے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو خواہ وہ جزیہ بوجود خارجہ ان قرون میں ہو یا نہ ہوا اور خواہ اس کے جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے۔"

پھر ص: ۱۹۴/ میں لکھا:

"بدعت حسنہ سنت ہی ہوتی ہے، اس کو بدعت باعتبار ظہور کے کہا جاتا ہے، اسی لیے تمام محققین نے بدعت حسنہ مانا۔ پس ہر وہ احداث جو مخالف یعنی حکم خدا اور رسول کو

بدل دینے والا نہ ہو وہ منع نہیں ہے۔ ورنہ صحابی سے لے کر بہت ائمہ عظام وعلماے کرام بدعتی اور گنہگار ٹھہریں گے۔ مثلاً قرآن وحدیث وفقہ پڑھا کر مشاہرہ لینا، امامت و اذان و وعظ کی اجرت لینی اور اپنے آپ کو حنفی کہنا، یوں ہی عیدگاہ میں منبر بنانا، زبان سے نیت کے الفاظ کہنا وغیرہ وغیرہ اگر سب کو جمع کروں تو ایک مستقل کتاب ہو جائے:

گر انجملہ را سعدی املا کند
مگر دفترے دیگر انشا کند

غرض ہر زمانہ میں لوگوں نے ایسی ایسی نئی چیزیں نکالیں جو پہلے نہ تھیں، تو کیا محض اسی وجہ سے کہ وہ اگلے زمانہ یا خیر القرون میں ایجاد نہ ہوئی تھیں، وہ بدعت ضلالت قرار پائیں گی۔ اور بات بات کو بدعت اور اہل سنت و جماعت کو بدعتی کہنے والوں کی سیکڑوں باتیں بدعت ہو جائیں گی، اور اپنے کو اہل حدیث اور غیر مقلد کہنا بھی بدعت ضلالت ہو جائے گا۔ احداث وتجدید کے لیے مولوی اسماعیل دہلوی کی عبارت صراط مستقیم ص: ۷ رکی ان لوگوں کو ہر وقت پیش نظر رکھنی چاہیے:

"نیز اکابر طریقت اگرچہ در تعیین مبادی راہ ولایت اذکار و مراقبات و ریاضات ومجاہدات سعی پیش از بیش بکار بردہ اند اما لحکم آنکہ۔ ہر سخن وقتی و ہر نکتہ مکانے دارد۔ اشغال مناسبہ ہر وقت و ریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشد، ولہذا محققان ہر وقت از اکابر ہر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند، بناءً علیہ مصلحت دید وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشتغال جدیدہ کہ مناسب ایں ست تعیین کردہ شود۔"

یہ اشتغال جدیدہ ومجاہدات جدیدہ کا اختراع وایجاد شرعاً جائز ہے یا یہ بھی بدعت ضلالت ہے، اور زمانہ حال کے موافق اشتغال جدیدہ کا رائج کرنا اور اپنی کتاب میں لکھ کر لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرنا کیوں کر جائز ہوگا، اور ایسا کرنے والے مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے مشائخ طریقت دیوبندیوں کے نزدیک بدعتی اور گمراہ قرار

پائیں گے یا نہیں؟ اگر ہاں! تو صاف صاف لکھ دیں کہ مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے پیران طریقت بوجہ تجدید واشتغال ومجاہدات جو زمانہ خیر القرون میں نہ تھے، بدعتی اور گمراہ ہیں، اور اگر نہیں تو وجہ فرق بتانا ضروری ہے۔ بعض وہابی دیوبندی ایسے اعتراضوں سے بچنے کے لیے یہ قید لگاتے ہیں کہ جو چیزیں قرون ثلاثہ میں بلانکیر رائج ہو گی وہ سنت ہیں اور جس کا انکار ہوا ہو وہ بدعت ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اس فقرہ کی سند ہم قرون ثلاثہ سے چاہتے ہیں کوئی حدیث صحیح پیش کیجیے، جس سے اس قید کا ثبوت ہوتا ہو ورنہ اپنی طرف سے قید لگانا یہ خود بدعت ضلالت ہوگا کہ خیر القرون میں یہ قید نہ تھی انھوں نے بعد کو اپنی طرف سے بڑھایا اس کے علاوہ میں یہ چند باتیں پیش کرتا ہوں ان کا صحیح جواب دیجیے۔

اول: صحیح بخاری شریف کی شرح میں ہے جو چیز جدید اور محدث ہیں انھیں میں سے احادیث کا کتاب میں جمع کرنا ہے۔

دوم: قرآن مجید کی تفسیر کرنا ہے اور اس کا ترجمہ فارسی اور اردو زبانوں میں کرنا۔

سوم: مسائل فقہیہ کا کتابی شکل میں جمع کرنا۔

چہارم: ان چیزوں کا جمع کرنا جو اعمال قلوب سے متعلق ہیں، باوجود یہ کہ اول پر حضرت ابو موسیٰ اشعری اور ایک جماعت صحابہ رضوان اللہ علیہم نے انکار کیا ہے۔ اور دوسری بات پر امام شعبی وغیرہ جماعت تابعین نے انکار کیا، تیسری بات پر امام احمد بن حنبل اور ایک جماعت نے انکار کیا۔ اور شرح بخاری میں بسند صحیح ثابت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" و"قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" معوذتین کو قرآن شریف میں لکھنے پر انکار کرتے اور فرماتے کہ ان کو قرآن شریف میں نہ لکھنا چاہیے، بلکہ یہ بھی روایت ہے کہ وہ جہاں لکھا دیکھتے ان کو چھیل دیتے، اب ان چیزوں کے بدعت ضلالت ہونے میں تو ان کو انکار نہ ہوگا۔

اس کے مفاسد کو دیکھیے کہ اگر یہ اصول صحیح ہوں تو روے زمین پر کوئی آدمی سنی نہ نکلے گا۔

ایک مولوی صاحب نے مجھ سے کہا کہ بدعت وہ ہے جو سنت سے ثابت نہ ہو۔ دلیل کا مطالبہ کیا تو کہا کہ میرے استادوں نے کہا میں نے کہا کہ بدعت کی یہ تعریف کسی دیوبندی بدعتی کی ایجاد ہوگی، کتاب وسنت سے اس کو ثابت کیجیے اور اگر اس تعریف کو صحیح مانا جائے تو قرآن شریف کے تیس پارے اور زبر زیر اور کتاب بخاری شریف وغیرہ کتب حدیث یہ سب بدعت ہو جائیں گی۔ کیوں کہ سنت سے یہ ثابت نہیں بلکہ سید عالم ﷺ نے مہین آٹے کی روٹی اور یہ پتلی چپاتی بحکم ماخزلہ موفق سب بدعت ہو جائیں گی کہ حضور کا ایسی روٹی کبھی کھانا ثابت نہیں بلکہ اس کا خلاف ثابت ہے۔ یوں ہی کبھی باریک کپڑا ململ ادھی زیب تن نہ فرمایا، نہ ازواج مطہرات نے پہنا۔ لہٰذا جب یہ سب سنت سے ثابت نہیں تو سب بدعت ضلالت ٹھہرے گی۔ لاجرم ماننا پڑے گا کہ حق یہی ہے کہ جس فعل پر شرع سے ممانعت وانکار وارد نہیں وہ مباح ہے، اس کو ممنوع ناجائز کہنے والا شریعت پر افترا کرنا اور اپنی طرف سے حکم شرع گڑھنا ہے۔

ردالمحتار جلد: ۵ / ص: ۲۵۵ / میں ہے:

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ بإثبات الحرمة او الکراھة الذین لا بدلھما من دلیل بل فی القول بالاباحة التی ھی الاصل.(۱)

یعنی یہ احتیاط نہیں کہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ کر اللہ تعالیٰ پر افترا کیا جائے، کیوں کہ حرمت وکراہت کے لیے دلیل کی ضرورت ہے، بلکہ احتیاط اسی میں ہے کہ ان کو مباح کہا جائے، کیوں کر اصل اباحت ہی ہے۔ علماے حق نے یہاں تک احتیاط فرمائی ہے کہ مستحب کے خلاف کو بھی ممنوع کہنے سے منع فرمایا ہے۔ کیوں کہ کراہت امر شرعی ہے: فلا بدله من دلیل خاص. یعنی کسی مستحب کو چھوڑ دینا اس کے مکروہ ہونے کو لازم نہیں جب تک اس پر ممانعت خاص نہ ہو اس لیے کہ کراہت ایک حکم شرعی ہے اس کے لیے دلیل خاص لازم ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو احداث مخالف کتاب وسنت نہ ہو وہ منع نہیں اس کا بُرا ہونا تو

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الاشربه، ج:۱۰، ص:۴۳.

در کنار بلکہ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔
صحیح مسلم شریف میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہے:
من سَنَّ فی الاسلام سنه حسنة فعُمل بها بعده كتب له مثل اجر من عمل بها ولا ينقص من اجورهم شئی.(۱)
علامہ نووی شرح مسلم میں اس حدیث کے معنی لکھتے ہیں کہ جس نے جاری کیا اسلام میں نیک طریقہ تو اس کے بعد جتنے لوگوں نے اس پر عمل کیا تو ان سب کا اجر وثواب اس کے لیے لکھا جائے گا۔ اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی، یعنی عمل کرنے والوں کے ثواب میں سے کچھ کاٹ کر اس کو نہ دیا جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنے خزانہ غیر متناہی سے پورا پوا ثواب دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے شریعت نے طرح طرح کے اصول وقواعد اور علماے طریقت نے قسم قسم کے مجاہدات وریاضات واشغال و اذکار بعد قرون ثلاثہ کے پیدا کیے جس کا بیان مولوی اسماعیل دہلوی کی عبارت صراطِ مستقیم سے او پر گزرا اس کو ہرگز ہرگز بدعت ضلالت نہیں کہہ سکتے۔
عزیزان ومحبان من! دلیل نقلی سے بعض بدعتوں کا بدعت اور ضلالت نہ ہونا ثابت ہو چکا اب دلیل عقلی بھی سنیے: كل بدعة ضلالة سے ثابت ہوتا ہے کہ بدعت اور ضلالت دو مفہوم کلی متغائر ہیں، مگر یہ دونوں متبائن نہیں کیوں کہ ضلالت محمول ہے اور بدعت موضوع، اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں متساوی بھی نہیں کیوں کہ شرک وکفر پر بھی ضلال کا اطلاق ہوا ہے۔ قرآن شریف میں ہے:
”وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا“(۲)
حالاں کہ یہ بدعت نہیں اس لیے کہ بدعت مقابل سنت کے ہے اور کفر وشرک

(۱) صحيح لمسلم، كتاب العلم، باب من سن سُنّةً حسنة أو سيئةً ومن دعا إلىٰ هدى أو ضلالةً، ج:۲، ص:۳٤۱.
(۲) القرآن الكريم، آهت:۱۱٦، النساء: ٤، پاره:٤.

مقابل ایمان اوران دونوں میں عام خاص مطلق کی نسبت بھی نہیں، توان میں عام خاص من وجہ ہے، جہاں ایک مادہ اجتماع ہوتا ہےاور دو مادہ افتراق یعنی ضلالت ہے، بدعت نہیں جیسے کفر وشرک کہ ضلالت ہے، مگر صرف بدعت نہیں۔ اور قرآن شریف کا تیس پاروں میں انقسام اس پراعراب لگانا کہ بدعت ہے، مگر ضلالت نہیں۔ اور کبھی بدعت وضلالت دونوں ہوں گی۔ مثلاً وہ نئی باتیں جو تصادم سنت ہوں یہ بدعت ضلالہ ہے اسی کو شریعت نے فرمایا:

كل بدعة ضلالة، وكل ضلالة في النار.

عزیزانِ من! کفر وشرک کا تذکرہ حدیث پنجم کے تحت مفصل گزرا، اتنا یقین کرلو کہ وہابی دیوبندیہ اور وہابیہ غیر مقلدین کے مدرسے کفر وشرک و بدعت کے کارخانے ہیں۔ مسلمانوں سنیوں کے افعال واعمال خصوصاً جس میں انبیاواولیا کی تعظیم وتکریم ہووہ سب ان کے نزدیک شرک وبدعت ہیں۔ اس کے سواوہ دوسرا حکم لگانا ہی نہیں جانتے۔ علاوہ بریں اگر دیوبندیوں کے فتویٰ کو جمع کر کے دیکھئے تو اس میں تعارض وتناقض اس قدر ہے کہ غیر تو غیر خود دیوبندی مولوی ایک دوسرے کے فتویٰ سے کافر ہیں۔ جیسا کہ حدیث سی ونہم میں گزرا۔

حضرات ناظرین! اگر آپ مسئلہ کا انکشاف بروجہ کمال چاہتے ہیں تو ہر مسئلہ کو اصل فن اور قواعد کے رو سے دیکھیے آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ مسائل شرعیہ کی آٹھ قسمیں ہیں۔ فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح، مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی، حرام۔

(۱) اگر دلیل قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ سے کرنا ثابت ہو تو فرض ہے۔

(۲) اور اگر ممانعت ہو تو حرام ہے۔

(۳) اور اگر قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ ، یا ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ سے کرنا ثابت ہو تو واجب ہے۔

(۴) اور ممانعت ثابت ہو تو مکروہ تحریمہ ہے۔

(۵) اور اگر ظنی الثبوت وظنی الدلالۃ سے کرنا ثابت ہے تو سنت ہے۔

(۶) اور ممانعت ہو تو مکروہ تنزیہی۔

(۷) اور اگر دلالت شرعیہ سے ثبوت یا ممانعت کچھ نہ ہو تو اگر کار خیر ہے تو مستحب ہے۔

(۸) ورنہ مباح کہ چاہیں تو کریں چاہیں نہ کریں جیسے عمدہ کپڑا پہنا یا نفیس کھانا کھانا کہ اچھی نیت سے مستحب ہوگا ورنہ مباح۔[1] وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ اجمعین.

(۱) مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان نے اصول کی مختلف کتابوں سے اخذ کر کے مسائل شرعیہ کو گیارہ قسموں میں منقسم فرمایا ہے۔(۱)-فرض (۲)-واجب (۳)-سنت موکدہ (۴)-سنت غیر موکدہ (۵)-مستحب (۶)-مباح (۷)-خلافِ اولیٰ (۸)-مکروہِ تنزیہی (۹)-اساءت (۱۰)-مکروہ تحریمی (۱۱)-حرام۔(برکاتی)

منقبت

در شان حضور سید شاہ پیر طریقت حضرت قمر الہدیٰ علیہ الرحمہ

نائبِ غوث الوریٰ ہیں سیدی قمر الہدیٰ
نور چشمِ مصطفیٰ ہیں سیدی قمر الہدیٰ
جس پہ چل کے منزلِ مقصود تک پہنچیں گے ہم
ہاں! وہ حق کا راستہ ہیں سیدی قمر الہدیٰ
جب یہ چشتی رنگ میں آتے ہیں تو لگتا ہے یوں
مظہرِ خواجہ پیا ہیں سیدی قمر الہدیٰ
صبر و قربانی کا جذبہ اِن میں آخر کیوں نہ ہو
آلِ شاہِ کربلا ہیں سیدی قمر الہدیٰ
حق و باطل جس میں اپنا اپنا چہرہ دیکھ لے
دین کا وہ آئینہ ہیں سیدی قمر الہدیٰ
جس کو چاہیں رنگِ عشقِ مصطفیٰ میں رنگ دیں
عاشقِ رنگیں ادا ہیں سیدی قمر الہدیٰ
کیوں نہ مہدیؔ کی جبینِ شوق سجدہ ریز ہو
مصطفیٰ کا نقشہ پا ہیں سیدی قمر الہدیٰ

کاوش: شاعر اسلام مولانا الحاج لیاقت مہدی، پرولیا جے پور، بنگال

مصادر ومراجع

صحیح البخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری	متوفی: ۲۵۶ھ	مجلس برکات
صحیح المسلم	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری	متوفی: ۲۶۱ھ	مجلس برکات
سنن ابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث شجستانی	متوفی:۲۷۵ھ	مجلس برکات
سنن ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	متوفی: ۲۷۹ھ	مجلس برکات
سنن ابن ماجه	امام ابو عبد اللہ محمد بن یز ید ابن ماجه	متوفی: ۲۷۳ھ	مکتبة الاشرفية
سنن النسائی	امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی	متوفی: ۳۰۳ھ	مکتبة الاشرفية
مشکوٰۃ المصابیح	علامہ ولی الدین تبریزی	متوفی: ۷۴۲ھ	مجلس برکات
فتح الباری	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی	متوفی: ۸۵۲ھ	
مرقاۃ المفاتیح	علامہ ملّا علی بن سلطان قاری	متوفی: ۱۰۱۴ھ	
شرح العقائد النسفیه	علامہ مسعود بن عمر سعد الدین تفتازانی	متوفی: ۷۹۳ھ	مجلس برکات
اشعة اللمعات	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی	متوفی: ۱۰۵۲ھ	

الشفاء بتعریف الحقوق المصطفیٰ	قاضی عیاض اندلسی	متوفیٰ ٥٤٤ھ	
الفتاویٰ الخانية	قاضی حسن بن منصور بن محمود أوزجندی	متوفیٰ:٥٩٢ھ	
الدرالمختار	محمد بن علی المعروف به علاء الدین حصکفی	متوفیٰ: ١٠٨٨ھ	
مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات	علامه فاسی رحمة الله علیه		مکتبه فقیه ملت
کنز العمال	علامه متقی حسام الدین هندی	متوفیٰ: ٩٧٥ھ	دارالکتب العلمية
فیض القدیر	علامه عبد الرؤف مناوی	متوفیٰ: ١٠٣١ھ	دارالکتب العلمية
شرح العقائد النسفی	علامه نجم الدین عمر بن محمد نسفی	متوفیٰ: ٥٣٧ھ	مجلس برکات
حاشية الطحطاوی	علامه محمد بن اسمعیل طحطاوی	متوفیٰ: ١٢٤١ھ	دارالکتب العلمية
شعب الایمان للبیهقی	ابو بکر احمد بن حسین بیهقی	متوفیٰ: ٤٥٨ھ	
مدارك التنزیل	عبد الله بن احمد نسفی	متوفیٰ: ٧١٠ھ	دارالکلم الطیب
شرح زرقانی علی المواهب	محمد بن عبد الباق زرقانی مالکی	متوفیٰ: ١١٢٢ھ	دارالکتب العلمية
انوار التنزیل	محمد بن عبد الرحمٰن	متوفیٰ: ٦٥٨ھ	دارالاحیاء التراث
المعجم الکبیر للطبرانی	سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی	متوفیٰ: ٣٦٠ھ	دارالکتب العلمية

تفسیر الخازن	علاء الدین علی بن محمد البغدادی	متوفی: ۱۳۹۹ھ	دارالکتب العلمیة
تفسیر روح البیان	شیخ اسمعیل حقی	متوفی:۱۱۳۷ھ	دارالکتب العلمیة
الشفاء بتاریخ الحبیب المصطفیٰ	قاضی ابو فضل عیاض مالکی	متوفی: ٥٤٤ھ	برکات رضا
السنن الکبریٰ للبیہقی	ابو بکر احمد بن حسین بیہقی	متوفی: ٤٥٨ھ	دارالکتب العلمیة
الصوائق المحرقه	احمد بن حجر الهیتمی المالکی	متوفی: ٩٧٤ھ	
مسند احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل	متوفی: ٢٤١ھ	
وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ	علی بن عبد الله الحسینی الشافعی	متوفی:٩١١ھ	دارالکتب العلمیة
فتاویٰ بزازیه	محمد شهاب الدین بزار کردری	متوفی: ٨٢٧ھ	زکریا بك ڈپو

خانقاہ شاکریہ کی زیر تعمیر عمارتیں

Tajalliyat-e-Qamar
By-
Sayed Shah Qamrul Hoda Qadri Abul Ulai

Published By-
Bargah-e-Shakiriya Educational MIssion
Pind Sharif